سفرنامۂ ترکی

مولانا سید سلمان حسینی ندوی کی سربراہی میں

عالم اسلام کے تاریخی ملک، دنیا کی ایک ابھرتی طاقت، ترکی کا ایک سفر

حیرت انگیز مشاہدات، منصفانہ اور بے لاگ جائزہ، امید افزاء اثرات

از

مولانا عیسی منصوری

مولانا ثناء اللہ قاسمی

ناشر

جمعیت شباب الاسلام

ٹیگور مارگ، ندوہ روڈ، لکھنؤ-۲۰

تفصیلات کتاب

نام کتاب: سفرنامۂ ترکی

نام مصنف: سید سلمان حسینی ندوی

کمپوزنگ وطباعت: باہتمام محمد عبدالرشید ندوی

ندوہ کمپیوٹر سینٹر دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

طابع وناشر: جمعیت شباب الاسلام ٹیگور مارگ لکھنؤ

اشاعت: جنوری ۲۰۱۳ء

تعداد: ۱۰۰۰ / ایک ہزار

قیمت: ۴۰ / چالیس روپئے

ملنے کے پتے

۱- مکتبۃ الشباب العلمیۃ، برولیا، ٹیگور مارگ، لکھنؤ-۲۰

۲- مجلس تحقیقات ونشریات، پوسٹ بکس ۱۱۹ ندوۃ العلماء، لکھنؤ-۷

۳- مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ

سفرنامہ ترکی

اللہ عظیم وبرتر کی حمد وثنا اور نبی رحمت پر درود وسلام کے ساتھ، قارئین کی خدمت میں ان دو سفرناموں کو پیش کرتے ہوئے مجھے طبعی طور پر مسرت کا احساس ہے کہ یہ دراصل میرا سفرنامہ ہے، مجھ سے بہتر لکھنے والوں نے لکھ کر میری ذمہ داری ازخود پوری کردی۔

اسّی کی دہائی کے درمیانی عرصہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرا سفر ترکی طے ہوا تھا، اس وقت حضرت مولاناؒ کے اعزاز میں رابطہ ادب اسلامی کی ایک عالمی نشست ترکی کے دارالخلافت استانبول میں ہونے والی تھی، لیکن میں اپنے والدین کی ناسازئ طبع کی وجہ نہ جاسکا تھا۔

پھر اگلے سالوں میں ترکی کے اسفار کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ سال بہ سال اور کبھی سال میں دوبار ترکی کے اسفار ہوئے، اتحاد العلماء المسلمین کی کانفرنس میں کبھی شرکت کے لئے حاضری ہوئی اور کبھی ترکی کی انجم اربکان کی تنظیم کی طرف سے ہونے والے عظیم الشان جشن فتح قسطنطنیہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، کبھی اسلامک ریسرچ سنٹر ترکی کی دعوت پر گیا، اور کبھی قونیہ کی یونیورسٹی کے سیمنار میں۔

میرا ترکی کا پہلا سفر جو بڑے شوق وانتظار کے بعد ہوا تھا، اس کی روداد، مشاہدات اور احساسات میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ قلمبند کئے تھے، لیکن کیونکہ ۱۹۷۳ء سے میں اپنی ڈائری (مذکرات) عربی میں لکھ رہا ہوں، اس لئے وہ سفرنامہ بھی عربی میں لکھا گیا، بعد کے سفرنامے بھی عربی میں ہیں، ''مذکرات'' کی طباعت کا کام الحمدللہ شروع ہوگیا ہے، ایک حصہ ۱۹۷۷ء کا طبع ہوکر آگیا ہے، دوسرا حصہ شائع ہونے والا ہے، انشاءاللہ ترتیب سے ترکی کے سفرنامہ کا نمبر بھی آئے گا، ممکن ہے کہ تمام اسفار یکجا کرکے الگ سے شائع کردیئے جائیں۔

۲۰۰۶ء میں میرے سفر ترکی میں جو لندن سے واپسی میں ہورہا تھا، مولانا عیسی منصوری اور مولانا شمس الضحی صاحب بھی ساتھ تھے، میں نے اصرار کے ساتھ ان کو ترکی کی دعوت دی تھی، مولانا عیسی صاحب منصوری ایک بالغ نظر عالم، ایک دانشور ومفکر اور ایک

باکمال مصنف ہیں، ان کا قلم بڑا رواں، ذہن بہت رسا، حافظہ بہت پختہ ہے، میں تو روز کے روز روداد سفر قلم برداشتہ لکھ لیتا ہوں، وہ بعد میں لکھتے ہیں تو بھی جزئیات نہیں چھوٹتے، اور احساسات کی گرمی اور تازگی باقی رہتی ہے، جو ان کے سفرنامہ سے عیاں ہے، مجھے بڑی خوشی ہے کہ ان کے قلم گہربار سے یہ جامع ومؤثر سفرنامہ پیش کیا جارہا ہے۔

دوسرا سفرنامہ ہمارے عزیز دوست، فاضل نوجوان مولوی ثناء اللہ قاسمی حیدر آبادی کے رواں، سلیس اور ادیبانہ قلم سے ہے۔

اس سفر کی تقریب یہ ہے کہ سفر کے تقریبا دو ہفتہ پہلے مولانا سفیان قاسمی صاحب دہلی سے ترکی کے نمائندہ استاذ شعبان کو لے کر ندوہ تشریف لائے، شعبان صاحب ہندوستان میں فتح اللہ گولن صاحب کی تحریک کیطرف سے عصری تعلیم کے اداروں کے مرکزی دفتر کے ذمہ دار ہیں، دلی میں ان کا قیام سات سال سے ہے، ہندوستان کے متعدد بڑے شہروں میں اس تحریک وتنظیم کے متعدد عالیشان اور معیاری تعلیمی ادارے چل رہے ہیں، ادھر ایک عرصہ سے تنظیم کی طرف سے دنیا کے مختلف ملکوں کے علماء، دانشوروں، مفکرین اور اداروں کے ذمہ داروں کو ترکی میں اپنے اداروں کے معاینہ کے لئے دعوت دی جارہی ہے، حضرت مولانا سالم قاسمی صاحب کو بھی چند ماہ پہلے دعوت دی گئی تھی، مولانا سفیان صاحب ساتھ تھے، وہ حضرات بہت اچھے تاثرات لے کر واپس آئے تھے، اور اب استاذ شعبان کے تقاضہ پر حضرت مولانا رابع صاحب دامت برکاتہم کو ترکی کی زیارت کے دعوت دینے آئے تھے، دوران گفتگو میں حاضر ہوا تو حضرت مولانا دام ظلہ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے ان کو لیجائیے، مولانا نے اپنی ناسازئ طبع کے وجہ سے عذر فرمایا، اور مجھے مامور فرمایا کہ میں ان کی دعوت پر ترکی چلا جاؤں۔

استاذ شعبان چاہتے تھے کہ وفد تین چار افراد پر مشتمل ہو، میں نے تعلیمی اداروں کے تجربات سے واقف کرانے کے لئے عزیزی یوسف سلمہ جو جامعہ سید احمد شہید میں ''معهد اللغة العربية لغير الناطقين بها'' کے ڈائرکٹر ہیں اور عزیزی حسن سلمہ کو

جو بھاگلپور میں متعدد مدرسوں اور اسکولوں کے نگراں اور اسکولوں کی تنظیم کے سکریٹری ہیں، ساتھ لینے کا فیصلہ کیا، اور عزیز گرامی مولوی ثناء اللہ قاسمی کا انتخاب کیا کہ وہ ذرائع ابلاغ سے اچھا تعلق رکھتے ہیں، اور بعض اسکولوں اور مدارس سے ذمہ دارانہ تعلق رکھتے ہیں۔

دہلی سے استانبول استاذ شعبان کے ساتھ وفد کے چاروں افراد کا ایک ساتھ سفر ہوا، استاذ شعبان ہمارے میزبان بھی تھے، منتظم بھی، گائڈ ورہبر بھی، اور شیخ فتح گولن کی تنظیم کے ذمہ دار ونمائندہ بھی، انہوں نے اکرام وضیافت اور معیت کا حق ادا کردیا، اور ادنی شکایت کا موقعہ نہیں رہا۔

میں اپنے ''مذکرات'' (ڈائری) حسب معمول تیار کرتا رہا، لیکن مولانا عیسی منصوری صاحب کا اصرار تھا کہ آپ اس سفر کی روداد لکھیں اور شائع کریں، میں نے فاضل عزیز مولوی ثناء اللہ سے کہا- جن کے ساتھ یہ پہلا سفر تھا- اور وہ بہت اچھے رفیق سفر ثابت ہوئے، کہ آپ سفرنامہ لکھتے رہیں، میرا کام آپ کردیں، اسے شائع بھی ہونا ہے، تاکہ ترکی کے موجودہ حالات سے اہل تعلق واقف ہوسکیں۔

مجھے اس کے اظہار میں مسرت ہورہی ہے کہ انہوں نے دوران سفر جو نوٹس تیار کئے، ان کی بنیاد پر، اور پھر بہت سی معلومات یکجا کرکے جو سفرنامہ لکھا، وہ ہماری توقع سے زیادہ بہتر تھا، ان کی اس صلاحیت سے مجھے بڑی خوشی ہوئی، دونوں دوستوں نے اپنی محبت وقدرافزائی کے ساتھ میرے ساتھ اپنے جس حسن ظن کا اظہار کیا ہے اس پر اللہ تعالی سے ستاری کی دعا ہے، اور اپنے تئیں اس احساس کی کہ ''ایاز قدر خود را بشناس''۔

ناظرین کرام کی خدمت میں دوسفرناموں پر مشتمل یہ رسالہ پیش ہے:

گر قبول افتد زہے عز وشرف۔

سلمان الحسینی ندوی

۲۳؍سفر ۱۴۳۴ھ
۶؍جنوری ۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تین دن آرزوؤں اور حسرتوں کی سرزمین ترکی میں

مولانا محمد عیسی منصوری

بھارت کے ممتاز عالم دین اسکالر اور مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی کے نواسے اور بہت سی صفات میں آپ کے جانشین مولانا سید سلمان الحسینی حسب معمول برمنگھم کی سالانہ سیرت کانفرنس میں شرکت کے لیے یکم جون ۲۰۰۶ء لندن پہنچے۔ اس بار آپ کا سفر دہلی سے براستہ استنبول تھا، معروف اسلامی رہنما نجم الدین اربکان نے جو موجودہ دینی ذہن رکھنے والی حکومت کے ایک لحاظ سے سرپرست ورہبر ہیں، دنیا بھر کی دینی تحریکات و شخصیات کو سلطان محمد الفاتح کی فتح قسطنطنیہ (استنبول) کی سالانہ تقریب وجشن کی مناسبت سے مدعو کیا تھا، مولانا بھی اس میں مدعو تھے، ۲۹؍مئی ۱۴۵۶ء کو سلطان محمد فاتح نے عیسائیت کے سب سے بڑے مستحکم قلعے پر اسلام کا پرچم لہرایا تھا، یاد رہے اتاترک کے آئین کی رو سے اللہ تعالی اور رسول اللہ کے نام پر کوئی تقریب نہیں کی جاسکتی، اس لئے جب سے ترکی میں دینی ذہن رکھنے والی حکومت برسراقتدار آئی ہے، اس کی کوشش ہے کہ سلطان فاتح کے ساتھ ترکی کی قوم کو وابستہ کیا جائے۔

نجم الدین اربکان نے اس تقریب کی پوری ایک نشست تقریبا (اڑھائی گھنٹہ) میں موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ کے لئے لائحہ عمل پیش کیا کہ موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ کو سیاسی، اقتصادی، عسکری، تہذیبی طور پر کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے، مثلا انہوں نے کہا، ہمارے پاس اتنے مالی وسائل نہیں ہیں کہ امریکہ کی طرح بحری بیڑے بناسکیں، مگر ہم ایسے میزائل ضرور بناسکتے ہیں جو ان بحری بیڑوں کو تباہ کرسکتے ہوں وغیرہ وغیرہ-

استنبول کی یاد میں اس تقریب کو ترکی کے رہنما نجم الدین اربکان نے ترکی قوم کو اسلام کی درخشاں تاریخ وتہذیب سے وابستہ کرنے کا ذریعہ بنایا، مولانا الحسینی مجھے بار بار کہتے رہے کہ آپ کو ترکی کی اس تقریب میں ضرور ہونا چاہیے تھا، اب اس کی تلافی یہی ہے کہ واپسی میں میرے ساتھ استنبول چلیں تاکہ وہاں کے علما، مشائخ، اسکالرز، دانشوروں اور مفکرین اور ملت کے احیاء کا جذبہ رکھنے والے حضرات سے مل کر معلوم کریں کہ وہ حضرات سخت پابندیوں کی فضا میں کس طرح خاموشی سے علمی، فکری، تصنیفی، دعوتی، اور ہر نوع کے تعمیری کام کررہے ہیں، اسی طرح لندن کے ابراہیم کمیونٹی کالج میں دینی وعصری تعلیم کی یکجائی کا جو تجربہ ہورہا ہے اس میں ان کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں، مولانا سلمان الحسینی صاحب کے حکم واصرار پر بندہ اور ابراہیم کالج کے لیکچرار اور نائب مدیر مولانا شمس الضحی صاحب انٹرنیٹ پر ٹکٹ بک کرکے ۵؍جون بروز بدھ سہ پہر ساڑھے چار بجے ٹرکش ائرویز سے روانہ ہوکر استنبول کے وقت کے مطابق رات ساڑھے دس بجے استنبول ائرپورٹ پر پہنچے، یہ ائرپورٹ اپنی وسعت، شان وشوکت اور نظافت میں یورپ وامریکہ کے کسی ائرپورٹ سے کم نہیں نظر آیا، مولانا شمس الضحی کہنے لگے گویا ہیتھرو کے چینل فور (۴) پر ہیں۔ یہاں سلمان الحسینی ایک ترکی نوجوان سے اردو میں گفتگو کرنے لگے، پتہ چلا ان ترکی نوجوان کا نام اسماعیل ہے، چند سال پہلے ندوہ میں تعلیم حاصل کرچکے ہیں اور مولانا کے شاگرد ہیں، تھوڑی ہی دیر میں ان کے دو رفقاء محمد الفاتح اور محمد صفر گاڑی لے کر آموجود ہوئے، الغرض ہم تینوں ترکی میزبانوں کی رفاقت میں ائرپورٹ سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت طے کرکے اسماعیل صاحب کے گھر پہنچے، رات کے بارہ بج چکے تھے، نماز پڑھی اور کھانا کھا کر سوگئے۔

استنبول کا کائی فاؤنڈیشن

دوسرے روز ۶ جون ۲۰۰۶ کو نو بجے کے قریب اپنے میزبان اسماعیل ندوی

صاحب کے ہمراہ ترکی کے معروف عالم دین مفکر اور نقشبندی شیخ، شیخ مصطفیٰ الجواد کے قائم کردہ ادارے کائی (caye) فاؤنڈیشن پہنچے، شیخ مصطفیٰ جواد نے یہ ادارہ ترکی کے ذہین اور غریب طلباء کو استنبول یونیورسٹی کے شعبہ الٰہیات اور دیگر شعبوں میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کروانے کے لئے بطور دارالاقامہ (ہاسٹل) وقف کیا ہے، یہاں کوشش کی جاتی ہے کہ طلباء کو عربی زبان اور بنیادی دینی علوم میں مہارت پیدا ہوجائے، ان کا اصل کام طلباء کو دینی ذہن وفکر اور اسلامی تمدن وطرز حیات سے وابستہ کرنا ہے، کیونکہ اتاترک کے انقلاب کے وقت سے حکومت کی بنیادی پالیسی حکومتی مناصب وعہدوں پر لبرل واسلام بیزار ذہن رکھنے والوں کی ترجیح کی رہی ہے، شیخ مصطفیٰ الجواد کی کوشش ہے کہ دینی ذہن رکھنے والے طلباء میں علمی وتحقیقی طور پر اتنی زبردست قابلیت وصلاحیت پیدا کریں کہ طلباء محض اپنی اہلیت (میرٹ) کی بنیاد پر حکومت کے اعلی مناصب وعہدوں میں جگہ پاسکیں، کائی فاؤنڈیشن کی سات منزلہ عمارت نہایت مستحکم کشادہ اور جدید سہولتوں سے آراستہ ہے، شیخ کے صاحبزادے شیخ محمود نے جو انجینئرنگ کے پروفیسر ہیں بتایا کہ عمارت علاقے کی تمام عمارتوں سے زیادہ مستحکم اور جدید تر سہولتوں سے آراستہ اور زلزلہ پروف ہے، ہم نے اس کی تعمیر میں نہایت باریک بینی سے جدید تعمیری قواعد کا لحاظ رکھا ہے، تاکہ حکومت کسی تعمیر کا نقص کا بہانہ بنا کر ادارے کو بند نہ کرسکے، عمارت کی بالائی منزل شیخ اور ان کے دونوں صاحبزادوں کی رہائش اور بقیہ چھ منزلیں غریب ذی استعداد طلباء کے لئے وقف ہیں چند سال پہلے ترکی حکومت نے فیصلہ کیا کہ حکومت کے تمام شعبوں حتی کہ افتاء کے شعبے میں بھی خواتین کو ترجیحی مناصب پر فائز کیا جائے گا تو شیخ مصطفیٰ نے کائی فاؤنڈیشن کا ایک حصہ طالبات کے لئے مخصوص کردیا۔

دار الحکمت: استنبول کا ایک علمی، تحقیقی و تصنیفی ادارہ

کائی فاؤنڈیشن میں شیخ مصطفیٰ الجواد کے مہمان خانے میں سامان رکھ کر جناب

اسماعیل ندوی کے ہمراہ استنبول کے تاریخی مقامات دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے ، راستے میں مولانا سلمان کے ایک دوست واسکالر جناب عمر فاروق کو بطور گائیڈ و رہبر ساتھ لیا، جناب عمر فاروق ایک علمی ادارے دارالحکمت کے ڈائریکٹر ہیں یہ ایک تصنیفی، تحقیقی وتربیتی ادارہ ہے جہاں مختلف دینی موضوعات پر ریسرچ اور تصنیفی کام ہوتا ہے۔اکیڈمک جنرل ریسرچ کے تحت بلند پایہ معیاری کتب کی طباعت کی جاتی ہے ان کاموں میں علماء اوراسکالرز کی ایک ٹیم مصروف رہتی ہے، اس ادارے نے مولانا سلمان الحسینی کی مرتب کردہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مقدمہ علوم حدیث پر تعلیق وتحقیق اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے فارسی رسالے ’’الفوزالکبیر) کے عربی ترجمہ اور تحقیق کردہ رسالے بھی شائع کئے ہیں نیز ’’دارالحکمت‘‘ کالج اور یونیورسٹی کے طلباء کے لئے وقتا فوقتا دینی کورسز اور سیمنار زمنعقد کر کے انہیں اسلام سے وابستہ رکھنے کے لئے کوشاں ہے، عمر فاروق صاحب اور ان کی اہلیہ چندسال اسلام آباد میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں گزار چکے ہیں، اس لئے اردو بھی سمجھ لیتے ہیں اور برصغیر کے حالات سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے ہم لوگوں سے خوب مانوس رہے۔

آیا صوفیا دنیائے عیسائیت کا عظیم روحانی و مذہبی مرکز

ترکی کے تاریخی آثار کو دیکھنے کی ابتدا سب سے مشہور جامع آیا صوفیا سے کی، آیا صوفیا قسطنطنیہ (استنبول) کے سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں فتح ہونے تک عیسائیوں کا دوسرا بڑا مذہبی مرکز رہا ہے، پانچویں صدی عیسوی میں عیسائی دنیا دو بڑی سلطنتوں مشرقی اور مغربی میں تقسیم ہوگئی تھی، آیا صوفیا مشرقی عیسائیت یعنی ہولی آرتھوڈکس چرچ کا سب سے بڑا مذہبی مرکز تھا، جبکہ مغربی عیسائیت یعنی کیتھولک چرچ کا مرکز روم (اٹلی) رہا، درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد صدیوں تک عیسائیت، عابدوں، زاہدوں اور تارک دنیا درویشوں کا مذہب تھا، جو ترک دنیا کر کے

صومعوں، عبادت گاہوں اور غاروں میں عبادت وریاضت کرتے تھے تا آنکہ تیسری صدی عیسوی میں رومن بت پرست شہنشاہ قسطنطین نے عیسائیت قبول کر کے اسے اپنی عسکری طاقت کے بل بوتے پر آنا فانا پورے یورپ کا بلکہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب بنادیا، تاریخی حقیقت یہی ہے کہ تلوار یا طاقت سے پھیلنے والا کوئی مذہب ہے تو وہ عیسائیت ہے، نہ کہ اسلام، اسی نے استنبول فتح کیا تھا جو اس وقت بزنطیہ (Bazantia) کہلاتا تھا اوراسے اپنا پایۂ تخت بنایا اوراس کا نام اپنے نام پر قسطنطنیہ رکھا، اسی نے روم (اٹلی) کے چرچ کی بنیاد رکھی جو بعد میں مغربی کیتھولک عیسائیت کا عالمی مرکز بنا اوراس کا مذہبی پیشوا پوپ آج بھی کیتھولک عیسائیت کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا ہے، مگر آیا صوفیا کو اس لحاظ سے روم (اٹلی) کے کلیسا سینٹ پیٹر پر فوقیت حاصل ہے کہ اس کی بنیاد روم کے کلیسا سے پہلے یعنی ۳۱۰ عیسوی میں پڑی، اس کی تعمیر لکڑی سے ہوئی تھی جو آگ لگنے سے جل گیا تو اس جگہ قیصر جسٹنین نے ۳۲۲ عیسوی میں عظیم الشان پختہ تعمیر کی جس وقت یہ چرچ (آیا صوفیا) تعمیر ہوا دنیا کی سب سے عظیم الشان عمارت تھی، حتی کہ جب جسٹنین پہلی بار اس میں داخل ہوا تو اس کی زبان پر یہ مغرورانہ الفاظ آگئے کہ سلیمان میں تم پر سبقت لے گیا (تعمیر وتقدس میں بیت المقدس) پر ایک ہزار سال تک آیا صوفیا کلیسا کے طور پر ہی نہیں بلکہ پوری عیسائی دنیا کے مذہبی وروحانی مرکز کے طور پر مشہور رہا، حتی کہ سلطان محمد فاتح نے فتح قسطنطنیہ کے موقع پر اس میں ظہر کی نماز پڑھی، اس وقت سے یہ جامع آیا صوفیا کہلائی، پھر صدیوں پر پھر پھیلی صیہونی صلیبی سازشوں کے نتیجے میں اتاترک نے ۱۹۳۴ء میں اسے بطور مسجد بند کر کے ایک میوزم بنادیا اور جہاں نماز پڑھنا قانونا ممنوع قرار دیا، اب یہاں غیر ملکی سیاح اور نیم برہنہ خواتین گھومتی رہتی ہیں، حتی کہ محراب ومنبر میں اپنے اپنے کیمروں سے تصاویر کھینچتی پھرتی ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آیا صوفیا ایک گھری صلیبی سازش کی زد میں

اتاترک کے انقلاب کے بعد سے ان کے جانشین یورپ کی خوشامد و دریوزہ گری میں لگے ہیں اور اس کی چوکھٹ پر ناک رگڑ رہے ہیں کہ مہربانی فرما کر ہمیں اپنی برادری یوروپین یونین میں شامل کرلو اور اس کیلئے کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں اور یورپ شرطوں پر شرطیں عائد کر کے ترک قوم کی تذلیل کا حظ و مزہ اٹھا رہا ہے، اس سفر میں معلوم ہوا کہ اب یورپ کی ایک اور تازہ شرط یہ ہے کہ آیا صوفیا اسے واپس کیا جائے تاکہ اس میں دوبارہ عیسائیت کی دعوت و اشاعت کا عالمی مرکز بنا سکیں، اب یہ دعوی دنیا کے مختلف پلیٹ فارموں پر گونج رہا ہے اور انٹرنیٹ پر بھی تفصیلات موجود ہیں اور اس کے لئے دنیا بھر میں دستخطی مہم چل رہی ہے اس تحریک کو پس پردہ امریکہ و یورپ کے حکمرانوں کی پشت پناہی حاصل ہے یہی نہیں، یورپ کے مطالبات تو آگے تک ہیں۔ مثلاً مغربی دنیا کا مطالبہ ہے کہ اگر یورپی یونین میں شامل ہونا ہے تو ہمیں مساجد کے میناروں والا استنبول قبول نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان میناروں کو منہدم کرنے کیلئے یورپ کا خبیث ذہن جو مکمل طور پر صیہونی کنٹرول میں ہے، ان میناروں کو ڈھانے کی کوئی تخریبی کارروائی کا آغاز کر کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی طرح اس کا الزام کسی اسامہ کے سر منڈھ دے، کیونکہ استنبول پہاڑوں پر آباد ہے، ہر بلندی پر مساجد کے اونچے اونچے مینار نظر آتے ہیں، ترکی مساجد میں ایک دو نہیں پورے چار مینار ہوتے ہیں، جو کفر کے کلیجے کو چھید کر رکھ دیتے ہوں گے، مغرب کے اس مطالبے سے وہاں کے دینی ذہن رکھنے والے دوست کافی فکرمند و پریشان تھے، ہم نے کہا آپ حضرات بھی اسپین، مسجد قرطبہ، الحمراء اور دیگر بے شمار مسلم دور کی عمارات کو مسلمانوں کے حوالے کرنے کا مطالبہ عالمی طور پر بلند کریں۔ بقول اقبال:

ہے خاک فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا

جامعہ سلطان احمد

جامعہ آیا صوفیا دیکھنے کے بعد مولانا سلمان نے کہا ظہر کا وقت قریب ہے ''توپ کاپی سرائے'' جانے سے قبل نماز ظہر پڑھ لیتے ہیں، آیا صوفیا سے نکلتے ہی سامنے مسجد سلطان احمد ہے، یہ مسجد سلطان احمد نے سترہویں صدی عیسوی ۱۶۱۶ء میں عین آیا صوفیا کے سامنے تعمیر کروائی تھی، چونکہ ترکی کی سب سے نمایاں عمارت عیسائیوں کے کلیسا کے طور پر تعمیر ہوئی تھی، سلطان محمد نے حکم دیا کہ ایک ایسی مسجد تعمیر کی جائے جو آیا صوفیا سے زیادہ بلند اور پرشکوہ ہو، چنانچہ اس کی تعمیر نے واقعی آیا صوفیا کو گرد کردیا، یہ مسجد کیا ہے، ترکی فن تعمیر کا ایک عجوبہ ہے، اس میں داخل ہوتے ہی انسان اس کے شکوہ، جاہ و جلال اور حسن و جمال میں کھو جاتا ہے اس طرح قدرت نے سلطان احمد کے ذریعے آج کی اہم ترین ضرورت کا انتظام کردیا، کیونکہ یہ جگہ ترکی کی اہم ترین تاریخی آثار اور تفریح کی جگہ ہے یہیں آیا صوفیا، توپ کاپی سرائے اور بحر فاسفورس وغیرہ وغیرہ ہیں۔ یہاں پر ہر وقت ہزارہا سیاح ہوتے ہیں، آیا صوفیا کے میوزیم بن جانے کے بعد مسلمان سیاحوں کیلئے سب سے بڑا مسئلہ یہ درپیش ہوتا ہے کہ نماز کہاں پڑھیں؟ مسجد سلطان احمد میں ظہر کی نماز ادا کر کے مسجد کے امام سے ملاقات کی جو حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی اور تبلیغی جماعت سے نسبت رکھتے تھے، اسلام کے داعی ہیں، آیا صوفیا اور مسجد سلطان احمد کے درمیان وسیع پر فضا میدان کے ایک قہوہ خانے میں کافی پی کر تازہ دم ہوئے، اور ساتھ میں واقع ترکی کے مشہور میوزیم ''توپ کاپی'' دیکھنے روانہ ہوئے۔

ترکی زبان میں ''سرائے'' محل کو اور ''کاپی'' دروازے کو کہتے ہیں، یعنی توپ دروازہ محل، بازنطینی دور میں سینٹ رومانوس دروازہ تھا اور فتح کے بعد سلطان احمد فاتح اسی دروازے سے داخل ہوئے تھے، بعد میں محل تعمیر ہوا تو سلطان فاتح کے دور سے آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید تک عثمانی سلاطین کی رہائش گاہ رہا اور آج کل ترکی کا سب سے بڑا

میوزیم ہے- یہ میوزیم اسلامی دنیا کا سب سے اہم میوزیم ہے،اس میں داخل ہوتے ہیں
قصر محمد فاتح کی عمارت نظر آتی ہے،اس کے صحن کے بیچوں بیچ فرش پر بڑا سا سوراخ ہے جو
عرصے سے خالی پڑا ہے اسمیں کبھی خلافت عثمانیہ کا سرخ ہلالی پرچم لہراتا تھا اس کے اترنے
کے بعد ۱۹۲۴ء سے ملت اسلامیہ کی حیثیت ایک ایسے ریوڑ کی ہوگئی ہے جس کا کوئی رکھوالا نہ
ہو- اب شاید حضرت مہدی ہی اس خلاء کو پر کرسکیں،اس کے بعد سلطان عبدالحمید کے افسر
مہمانداری کا دفتر ہے پھر نسبتاً کچھ بڑا، سلطان کی ملاقات کا کمرہ اور اس سے متصل سلطان
کی خواب گاہ، جہاں پرانے طرز کی مسہری بچھی ہے، بڑی حیرت ہوئی، دنیا کے سب سے
بڑے حکمران کی خواب گاہ اس قدر چھوٹی اور سادہ، اس کے انداز تعمیر میں ٹھاٹھ باٹھ کا شائبہ
تک نہیں، اس کے مقابلے میں دنیا کے چھوٹے چھوٹے بادشاہوں مغرب کے لارڈوں (
جاگیرداروں) کے محل اس سے کہیں زیادہ شان وشوکت والے ہیں- یہی نہیں آج کے
سعودی، کویتی حکمرانوں کے پاس اس سے کہیں زیادہ عالیشان پرشکوہ محل، یورپی ملکوں کے
ہر بڑے شہر میں موجود ہیں، مگر کیا کریں انگریز نے ہم لوگوں کو اپنے سلاطین کو گالی دینا
سکھا دیا ہے،توپ کاپی دنیا کا عظیم ترین نوادرات کا میوزیم ہے یہاں سینکڑوں سال کے
نوادرات محفوظ ہیں، دنیا بھر کے خصوصاً یورپ کے حکمران عثمان خلفاء کی خوشنودی حاصل
کرنے لے لئے نہایت بیش قیمت تحفے بھیجا کرتے تھے، جس طرح آج کے سعودی وکویتی
حکمران ملکہ برطانیہ کی خدمت میں پیش کرتے رہتے ہیں، ہم لوگ جلدی جلدی میوزیم کے
کمروں سے گزرے، جہاں سلاطین عثمانیہ کے لباس، اسلحہ، زرہیں، برتن، بیش قیمت
ہیرے جواہرات، ایران کے شیعی بادشاہ اسمعیل صفوی کا ہیرے جواہرات سے مرصع تخت و
غیرہ وغیرہ دیکھتے ہوئے تبرکات کے کمرے میں پہنچے جہاں سرور دوعالم ﷺ کا جبہ مبارکہ،
آپ کی دو تلواریں، آپ کا علم (جھنڈا) جو بدر میں استعمال ہوا تھا، موئے مبارک، دندان
مبارک، مقوقس شاہ مصر کے نام آپ کا مکتوب گرامی، مہر مبارک، خلفاء راشدین، حضرت

خالد بن ولیدؓ حضرت جعفر طیارؓ حضرت عمار بن یاسر کی تلواریں، بیت اللہ کا لکڑی کا
دروازہ، حجر اسود کا سونے کا خول، کعبہ شریف کا قفل اور چابیاں، میزاب رحمت کے ٹکڑے
وغیرہ وغیرہ ہیں، زیارات سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی و دل شاد کیا، یہاں ہر وقت ایک قاری
نہایت خوش الحانی سے تلاوت قرآن میں مصروف رہتا ہے-

عثمانی سلطنت کی سادگی و جفاکشی

توپ کاپی سرائے دیکھ کر دو باتیں خاص طور پر محسوس کی پہلی یہ کہ خلافت عثمانیہ کی
واحد سلطنت تھی، جس کی مساجد، شاہی محلات سے بیسیوں گنا زیادہ پرشکوہ، عالیشان اور
مستحکم ہیں عثمانی سلاطین کا یہ محل (قصر) اپنی شان وشوکت، بلندی اور تعمیر کے اعتبار سے
مساجد سے بدرجہا کم بلکہ مساجد کے مقابلے میں بے حیثیت محسوس ہوتا ہے، توپ کاپی
سرائے کا ایک حصہ سلاطین کے اہل خانہ کی رہائش گاہ رہا ہے، جو حرم کہلاتا ہے، حسب
عادت حرم کے نام پر یورپین اقوام اسلام کو بدنام کرنے کے لئے کوشاں رہتی ہیں، جبکہ
یورپ کے معمولی سے بادشاہ ہی نہیں جاگیرداروں (لارڈز) کے محلوں کے سامنے یہ دنیا
کی سب سے بڑی امپائر کے محلات بے حیثیت نظر آتے ہیں، توپ کاپی سرائے کی دوسری
بات یہ محسوس ہوئی کہ عثمانی سلاطین کی زندگیاں عام طور پر وقار مگر سادگی کی حامل تھیں، ان
میں زیادہ نمود ونمائش طمطراق، اور کر وفر نہیں تھا، توپ کاپی سرائے کی حیثیت پرانے
زمانے کے وسیع مکان یا حویلی کی ہے، اس کی تعمیر میں کہیں محلاتی بلندی یا شان وشوکت نظر
نہیں آتی، توپ کاپی کے آخری حصے میں چھوٹا صحن بحیرۂ فاسفورس کے کنارے کھلی جگہ پر
ہے، یہاں سے عمر فاروق صاحب نے گولڈن ہارن (شاخ زریں) کا وہ کنارہ دکھایا جس
پر سلطان محمد فاتح نے اپنے جنگی جہاز چلا کر دوسری جانب سمندر میں اتارے تھے، یہ واقعہ
کتابوں میں بار بار پڑھا تھا مگر اب آنکھوں سے دیکھا کہ بحیرۂ فاسفورس اور شاخ زریں
کے درمیان تقریباً دس میل طویل بلند و بالا پہاڑ وں کا سلسلہ ہے، ان پہاڑوں پر سے

راتوں رات جہازوں کو چڑھا کر دوسری جانب سمندر میں پہنچا دینا، اس قدر محیر العقول ہے جس کے تصور سے پسینہ آجاتا ہے، توپ کاپی دیکھنے کے بعد آیا صوفیا، مسجد سلطان احمد اور بحیرۂ باسفورس کے درمیان پرانی شہر پناہ (فصیل) پر سیاحوں کے لئے ایک خوبصورت ریسٹورنٹ ہے، وہاں خالص ترکی کھانے کھائے اور ترکی چائے پی کر عمر فاروق کے ساتھ ان کے ''دارالحکمت'' میں تھوڑی دیر قیلولہ کر کے عصر کی نماز پڑھ کر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مزار کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے، جو ترکی میں ایک مسلمان کیلئے اہم جگہ ہے۔

میزبان رسول حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مزار پر

عصر کی نماز پڑھ کر حضرت ابوایوب انصاریؓ کی زیارت کے لئے پہنچے، یہ استنبول کی واحد جامع ہے جس میں وسیع صحن ہے، مزار مبارک پر ہر وقت ترکوں کا تانتا بندھا رہتا ہے، مرد عورتیں، بچے بوڑھے سب باچشم تر فاتحہ پڑھنے چلے آرہے ہیں، یہاں آکر محسوس ہوا کہ ترکی کے حقیقی حکمران حضرت ابوایوب انصاریؓ ہیں، جن کی دلوں پر حکومت ہے۔حضرت معاویہؓ کے دور میں جب قسطنطنیہ پر پہلا حملہ یزید بن معاویہؓ کی سرکردگی میں ہوا، اس لشکر میں آپ شریک تھے، نوے سال سے زیادہ عمر تھی، شدید بیمار ہوگئے، وصیت فرمائی، میری لاش کو دشمن کی سرزمین میں جتنی دور لے جانا ممکن ہو لے جاکر دفن کرنا، یہاں سب کے دلوں پر عجیب رقت طاری تھی، مولانا سلمان صاحب کہنے لگے سوچئے نوے سال عمر ہے، اولاد پوتے پڑپوتے سب راہ دیکھ رہے ہیں، دیار رسول (ﷺ) اور قبر رسول (ﷺ) کی کشش اپنی جگہ پر، مگر حضرت ابوایوب انصاریؓ وصیت فرمارہے ہیں کہ دشمن کی سرزمین میں دور سے دور دفن کیا جائے، پتا نہیں قبر کا نشان رہے گا نہیں رہے گا؟ کوئی پڑھے فاتحہ آئے گا؟ یہ قبر ہر مسلمان کو ایک پیغام دے رہی ہے، یہاں آکر محسوس ہوا کہ اللہ کے نبی (ﷺ) کے اس صحابی نے کمالی ظلم و جبر کے سخت ترین حالات میں بھی ترکوں کا رشتہ اسلام سے اور محمد رسول اللہ ﷺ سے ٹوٹنے نہیں دیا، عثمانی سلطنت کی رسم تاج پوشی اسی جامع میں

ہوتی تھی، وہ اس طرح کہ بانئ سلطنت عثمان خان کی تلوار نئے سلطان کی کمر میں باندھ دی جاتی، اب یہ پورا علاقہ ہی ایوب کہلاتا ہے، باہر نکلے تو پولیس کی کار پر ''ایوبی پولیس'' لکھا نظر آیا، سامنے چوراہے پر اتاترک کا مجسمہ تھا جو ایک ہاتھ میں یورپین ہیٹ اٹھائے گویا ہیٹ پہننے کی دعوت دے رہا تھا۔

جامع سلطان بن محمد فاتح میں

حسب پروگرام عشاء کی نماز کے لئے جامع فاتح پہنچ کر پہلے سلطان محمد فاتح کی قبر پر فاتحہ پڑھی، قبر کی لوح پر نہایت سفید چمکدار سلطان فاتح کا عمامہ رکھا ہوا ہے، معلوم ہوا کہ ترکی سلاطین کا دستور تھا کہ ان کی قبر کی لوح پر ان کا عمامہ رکھ دیا جاتا، عمامہ اس قدر جاذب نظر تھا کہ چشم تصور میں سلطان کی عظمت وشوکت گھوم گئی، اس کے بعد ہم لوگ جامع میں داخل ہوئے، جہاں سب سے پہلے جامع فاتح کے امام شیخ عثمان نے جو مولانا سلمان صاحب سے واقف تھے، نہایت پرتپاک استقبال کیا، ان کی اقتداء میں عشاء کی نماز پڑھی، نماز کے بعد ان کی تلاوت سے محظوظ ہوئے، ان کے استاد اور ترکی کی معروف علمی و دینی شخصیت شیخ امین سراج سے ملاقات ہوئی، شیخ امین سراج ترکی کے ممتاز عالم دین اور اسکالر ہیں، وہ اسی جامع سلطان فاتح میں بخاری شریف کا درس دیتے ہیں، جامع کے موجودہ امام صاحب سمیت ان کے بے شمار شاگرد ترکی میں دینی وملی خدمات انجام دے رہے ہیں، آپ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے عقیدت مندوں میں ہیں، فرمایا کمالی دور کے جبر والحاد کے بعد ترکی کے طلباء کی پہلی کھیپ جامعہ ازہر میں پڑھنے کے لئے گئی، اس میں، میں بھی تھا، وہاں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ۱۹۵۱ء میں تشریف لائے، اس وقت آپ کی عمر ۳۸ سال تھی، آپ نے ترکی طلباء سے ملاقات کرنے اور ترکی کے احوال جاننے کی خواہش ظاہر کی تو ہم لوگ خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت سے اب تک حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے محبت وعقیدت کا رشتہ قائم ہے، حضرت مولانا کی

بہت سی باتیں سناتے رہے، شیخ سراج نے نہایت تفصیل سے جامع فاتح کا معائنہ کروایا، تاریخی معلومات بہم پہنچاتے رہے، فرمایا اس جامع کے فرش کا قالین سلطان عبد الحمید کے دور کا بنا ہوا ہے، تقریبا سو سال ہوگئے مگر نہایت شفاف اور عمدہ حالت میں ہے، فرش کے اس قالین پر بعینہ گنبد کی ڈیزائن بنائی گئی ہے جامع میں آیات قرآنی کا ایک کتبہ سلطان عبد الحمید کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہے، دوسرا سلطان مراد کے ہاتھوں کا لکھا ہوا، اس کے بعد تالا کھول کر مسجد کی بالکنی میں اس جگہ لے گئے، جہاں سلطان فاتح اپنے مخصوص لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے، پھر سلطان کی مخصوص ضیافت گاہ میں جہاں سلطان فاتح باہر سے آئے ہوئے وفود اور مہمانوں کو شرف باریابی بخشتے تھے اسی جگہ شیخ امین سراج نے ہم لوگوں کے لئے ترکی مٹھائیوں، فروٹ اور مشروبات سے ضیافت کا اہتمام کیا تھا، فرمایا: اسی جگہ میرے والد محترم نے مجھے کمالی جبر واستبداد کے دور میں عربی کی ابتدائی صرف ونحو کی کتابیں پڑھائیں اور قرآن پاک حفظ کروایا، اس وقت یہ کام ہم اس طرح چھپ چھپ کر کرتے تھے گویا سنگین جرم کر رہے ہوں۔

ترکی کے علما، اسکالرز اور دانشوروں سے ایک نشست

اسی نشست میں ترکی کے مشہور عالم شیخ حمدی ارسلان سے ملاقات ہوئی، آپ جامعہ ام القری- مکہ مکرمہ سے فارغ ہیں اور جامعہ سلطان فاتح میں درس دیتے ہیں، ترکی کے صدور اور وزیر اعظم اور حکومتی عہدیداروں سے ذاتی تعلقات رکھتے ہیں، وسیع النظر عالم ہیں اور دنیا کے سیاسی تمدنی احوال پر گہری نظر رکھتے ہیں، ترکی کے متعلق بڑی اہم معلومات ان سے حاصل ہوئیں، آپ قدم قدم پر اپنے کیمرے سے تصاویر بھی لیتے رہے، فرمایا میری خواہش تھی کہ کل آپ حضرات کو ترکی کے قدیم کیپٹل کے آثار دکھانے لے جاتا، جو قدیم دار السلطنت رہا ہے اور بہت سی تاریخی عمارات کے علاوہ بہت سے عثمانی سلاطین وہاں مدفون ہیں، اور ترکی کی سب سے بڑے گنبد والی مسجد وہاں ہے اور میں نے ائر کنڈیشنڈ بس

کا انتظام بھی کر لیا ہے، مگر افسوس ہمارے پاس وقت نہیں تھا، اسی محفل میں ترکی کے معروف اسکالر و مصنف جناب ڈاکٹر خلیل ابراہیم سے ملاقات ہوئی، آپ جامعہ ازہر کے فاضل بڑے محقق اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، اب استنبول یونیورسٹی کے شعبہ الہیات کے پروفیسر ہیں، شیخ حمدی ارسلان کہنے لگے مجھے رشک آتا ہے کہ آپ حضرات برصغیر میں آزادی سے دینی جامعات و مدارس قائم کرسکتے ہیں، بندہ نے عرض کیا مجھے تو آپ حضرات پہ رشک آرہا ہے کہ اتنی جکڑ بندیوں، سخت گیری اور پابندیوں کے باوجود آپ حضرات جو علمی تصنیفی وتحقیقی کام کر رہے ہیں اور عوام کے ذہنوں تک رسائی کے لئے جدید ذرائع ابلاغ اخبارات، رسائل، سی ڈی وغیرہ کو جس مہارت وقابلیت سے دین کی نشر واشاعت کے لئے استعمال کر رہے ہیں، ہم تو برصغیر میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں کر پا رہے، غرض یہ مبارک نشست عشاء کی نماز کے بعد سے رات ساڑھے گیارہ بجے تک چلتی رہی، یہ محفل ترکی کی عظیم علمی و دینی شخصیات سے ملاقات اور ترکی کے جدید احوال ومعلومات کے لحاظ سے ہمارے سفر کا حاصل تھی، یہاں سے روانہ ہوکر رات بارہ بجے کے قریب شیخ مصطفی الجواد کے گھر یعنی کائی فاؤنڈیشن پہنچے، جہاں شیخ کے صاحبزادے شیخ محمود نے استقبال کیا اور نہایت پر تکلف دعوت کی، رات ان کے مہمان خانے میں آرام کیا، صبح کائی فاؤنڈیشن کے طلباء کے ساتھ ناشتہ کیا، ناشتے پر طلباء مولانا سلمان الحسینی سے علمی سوالات پوچھتے رہے، یہ ناشتہ بھی نہایت پر تکلف تھا، اس سے اندازہ ہوا کہ شیخ الجواد نے جو نقشبندی سلسلہ کے جلیل القدر مشائخ میں ہیں، عصری علوم کے طلباء کو دین کی طرف مائل کرنے کے لئے نہ صرف فاؤنڈیشن کی رہائش فائیوسٹار ہوٹل جیسی دی، بلکہ کھانے پینے اور دیگر لوازمات کا بھی اعلی معیاری انتظام کیا، یہ سب صرف اس لئے کہ یہ طبقہ جو کل ملک کی باگ ڈور سنبھالنے اور انتظام پر فائز ہونے والا ہے، وہ اسلام بیزاری کے بجائے دینی ذہن کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچے، اس میں برصغیر کے اہل علم وفضل کے

لئے بڑی عبرت ونصیحت ہے، کاش کہ ہم نے پاکستان وبنگلہ دیش میں کالج اور یونیورسٹیوں کے طلباء پر توجہ دی ہوتی۔

دارالحکمت میں ترکی کے اخباری نمائندے اور علماء کے وفد سے گفتگو

کائی فاؤنڈیشن میں ہی ترکی میزبان اسماعیل ندوی اور ان کے دوست فاتح صاحب لینے آگئے تھے، ان کے ساتھ روانہ ہوکر دارالحکمت پہنچے، مولانا شمس الضحی علمی و دینی کتب کی تلاش میں فاروق صاحب کے ساتھ مختلف کتب خانے دیکھنے چلے گئے، بندہ مولانا سلمان الحسینی کے ہمراہ دارالحکمت میں رہا، جہاں مختلف علماء اور اخباری نمائندے ملنے آتے رہے، انہی میں علامہ شیخ یوسف قرضاوی کی تنظیم اتحاد العلماء العالمی کے منتظم حضرات بھی تھے، جو مولانا سلمان صاحب کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرتے رہے، ان کا اصرار تھا کہ تنظیم کا سالانہ اجلاس تین دن بعد استنبول میں ہورہا ہے، آپ حضرات اسکے لئے رک جائیں اور بندہ ترکی روزنامہ ''اکت (Akit) کے دینی ذوق رکھنے والے نمائندے توزان قسلق (Kaslaq) سے محوگفتگو رہا، ان سے ترکی کے سیاسی حالات کے متعلق بیش قیمت سیاسی معلومات حاصل ہوئیں، ان کا اخبار روزنامہ تقریبا دو لاکھ تیس ہزار چھپتا ہے، جس کا نام Yenesafak (شفق جدید) ترکی وزیراعظم جناب طیب اردگان کی پارٹی کا روزنامہ ''زمان'' (Zaman) ایک لاکھ دس ہزار اور فضیلت پارٹی کا ''ملی گزٹ'' (Mille Gazatte) تیس ہزار چھپتا ہے سب سے زیادہ حیرت یہ معلوم کرکے ہوئی کہ نورسی مشائخ متعلق حضرات کا (Yen Asia) (نیاایشیا) چھ لاکھ اور دوسرا اخبار ان کا تقریبا ڈھائی لاکھ روزانہ چھپتا ہے، ان نامساعد حالات میں جہاں اقتدار اعلی مذہب دشمن لوگوں کے پاس ہو، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فوج اور عدلیہ اسرائیلی ہیں، وہاں تصوف کے سلسلے کے مشائخ کرام اور علماء ومفکرین، خاموشی وحکمت کے ساتھ عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر نئی نسل کے لئے جو کام کررہے ہیں، وہ ہمارے لئے سبق آموز ہی نہیں، قابل

تقلید بھی ہے، اسی ترکی کے مرکزی بازار میں جگہ جگہ اخبارات کی دکانوں پر ترکی کے مشائخ تصوف اور علمائے کرام اور ہمارے شیخ مصطفیٰ الجواد کے آڈیو ویڈیو اور سی ڈیز نظر آئیں، جب کہ برصغیر میں ابلاغ کے ان جدید شعبوں میں جن کے ذریعے سے ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کے دل ودماغ پر دستک دی جاسکتی ہے اور اسلام کا پیغام پہنچایا جاسکتا ہے، ہمارا کام نہ ہونے کے برابر ہے، پوری نئی نسل ہمارے ہاتھوں سے نکلی جارہی ہے، جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے ان کی فکری ونظریاتی غذا کا کوئی انتظام ہم نہیں کرسکے، بلکہ ہم اب تک جدید الیکٹرانک میڈیا کی حلت وحرمت کی بابت کوئی فیصلہ نہیں کرپائے، لیکن جو چیز بالاتفاق حلال وطیب ہے یعنی پرنٹ میڈیا اس میں ہماری کارکردگی صفر ہے، اللہ ہی ہمیں عقل وہوش نصیب فرمائے۔ (آمین)

مجلس جامع سلیمانیہ اور سلیمان اعظم کے مزار پر

ظہر کی نماز بعد اسماعیل ندوی مولانا سلمان کو لے کر ائرپورٹ روانہ ہوگئے، جہاں شام چھ بجے مولانا کی دہلی کے لئے فلائٹ تھی، بندہ اور مولانا شمس الضحی صاحب مختصر سا قیلولہ کرکے تاریخی آثار دیکھنے نکل پڑے، پہلے چہارشنبہ محلے کے مرکزی بازار کے فروٹ اور میوہ جات کے پاس سے ہوتے ہوئے ایک سادہ سے ترکی قہوہ خانے میں ترکی چائے کے ساتھ ترکی کباب کھائے، عمر فاروق صاحب نے بتایا کہ ترکی میں ہر نوع کے میوہ جات وفروٹ کثرت سے ہوتے ہیں جو نہایت اعلی کوالٹی کے اور نہایت ارزاں ہیں، لندن میں غریب خانے پر بندہ کے ناشتے میں ترکی زیتون وپنیر لازما ہوتا ہے، چند منٹ کے فاصلے پر جامع شہزادہ بشیر کی زیارت کی جو ترکی کی دیگر شاہی مساجد کی طرح نہایت پرشکوہ اور حسین وجمیل تھی، پھر چند منٹ چل کر عصر کی نماز جامع سلیمانیہ میں پڑھی، جامعہ سلیمانیہ استنبول کی سب سے بڑی اور عالیشان جامع ہے جو سلیمان اعظم نے تعمیر کروائی تھی، سلیمان اعظم کے دور میں خلافت عثمانیہ اپنی وسعت، قوت اور خوشحالی

وترقی کے اوج کمال کو پہنچ گئی تھی کہا جاتا ہے کہ اس جامع کی تعمیر میں شرکت کے لئے ایران کے شیعی حکمران شاہ طہماسپ نے بھاری رقم اور قیمتی جواہرات بھیجے تھے، سلیمان اعظم کے نزدیک وہ بے نمازی اور فاسق تھا، اس نے اہل سنت پر بے پناہ مظالم کئے اور ان کی مساجد کو مسمار کیا، اس لئے سلیمان اعظم کی حمیت وغیرت نے شاہ ایران کو لکھا تھا جس کا مضمون کچھ اس طرح شروع ہوتا ہے یاشارب الیل و النہار ویاامام الزیغ والضلال (اے دن رات شراب پینے والے گمراہی وکج روی کے امام) جامع سلیمانیہ کے ساتھ ہی سلیمان اعظم کی قبر پر فاتحہ پڑھی، سلیمان اعظم کے مزار کے قریب سلیمانیہ کے معمار ریتان کا مزار ہے جو فن تعمیر کا امام مانا گیا ہے، اس کی تعمیر کردہ تین سو ساٹھ یادگاریں اس کے بعد بھی محفوظ ہیں، جن میں جامع سلیمانیہ سب سے بڑا شاہکار ہے تاریخ میں بہ اتفاق مورخین اسے دنیا کا سب سے بڑا معمار تسلیم کیا جاتا ہے۔

ترکی کے نورسی و نقشبندی مشائخ تصوف

سلیمان اعظم کی قبر کے ساتھ ہی نورسی اور نقشبندی سلسلے کے بہت سے مشائخ مدفون ہیں، ترکی اور وسط ایشیاء میں زیادہ تر نقشبندی سلسلے کی خالدی کردی شاخ نے کام کیا، جو حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلے میں دہلی کے شاہ غلام علی نقشبندی کے خلیفہ تھے، یہیں پر شیخ محمد زاہد کی قبر ہے، جن کا چند سال پہلے انتقال ہوا تھا، یہ ترکی کے موجودہ وزیراعظم طیب اردگان اور ان کے رہبر اور سیاسی رہنما نجم الدین اربکان کے شیخ تھے، یہیں عالم اسلام کی بے مثال ہستی شیخ محمد ضیاء الدین غاموش ہناوی کی قبر ہے، جو رموز الاحادیث کے مصنف ہیں، غرض سلیمان اعظم کی قبر کے ساتھ اولیا کرام کا عظیم خزانہ مدفون ہے، ہم نے ان سب بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھی۔

آج کل تصوف کا انکار واستہزاء ایک فیشن بن گیا ہے مگر ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ وسط ایشیاء میں کمیونزم کی کالی آندھی یا اتاترک کے جبر واستبداد کے طوفان کے سخت حالات

میں ان قوموں کو صرف تصوف ہی نے اسلام پر قائم رکھا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ تصوف کے سلسلے نہ ہوتے تو اندلس کی طرح ترکی سے بھی اسلام ختم ہو گیا ہوتا، نقشبندی نورسی تیجانی، حلیمیہ وسلیمانیہ سلسلوں کی خانقاہوں نے اتاترک کے استبدادی دور میں بھی زیر زمین دینی و اخلاقی رہنمائی جاری رکھی، ان سلاسل تصوف کے مشائخ نے اخلاقی، سماجی، تعلیمی میدانوں میں رہنمائی کی اور مثالی تعلیمی ادارے ’اسلامی ہوسٹل‘ کارخانے نشر واشاعت کے ادارے اور کمپنیاں قائم کیں، نقشبندی سلسلے کے رہنما شیخ سعید کردی اور ان کے دو سو کے قریب مریدین شہادت سے سرفراز ہوئے، ہزاروں گھر منہدم کئے گئے۔

آٹھویں دہائی میں جب نجم الدین اربکان نے بیت المقدس کی بازیابی کے لئے ریلی نکالی تو اتاترک کی فوج نے تین ہزار سے زیادہ لوگوں کو تختہ دار چڑھا دیا، اور بے شمار لوگوں کو جیل میں ٹھونس دیا، پھر ۱۹۸۰ء میں ایک لاکھ تیس ہزار لوگوں کو جن میں بہت بڑی تعداد جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی تھی، دینی ذہن رکھنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا، انہیں ملازمت سے نکال دیا گیا، جن میں استنبول وانقرہ یونیورسٹیوں اور دیگر کالجوں کے پروفیسروں کی بڑی تعداد شامل تھی، لیکن نورسی، نقشبندی، سلیمانیہ سلسلے برابر اپنا کام کرتے رہے، انہوں نے رفاہی سوسائیٹیاں قائم کیں، اسلامی بنیادی پر غیر سودی بینک او رکمپنیاں بنائیں، اسلامک مالیاتی بینک، برکہ بینک، فنانس کار پوریشن جیسے غیر سودی بینکوں کی شاخیں پھیلا دیں، پورے ترکی میں حفظ قرآن کے مکاتب کا جال پھیلا، جامع سلیمانیہ کے ساتھ ہی ترکی کا سب سے بڑا تاریخی کتب خانہ سلیمانیہ ہے جہاں بے شمار نادر مخطوطات محفوظ ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا میں عربی فارسی مخطوطات کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے، اسے سرسری طور پر بھی دیکھنے کے لئے کئی ہفتے درکار ہیں، حسرت کے ساتھ واپس لوٹے، شاید کبھی فرصت میں حاضر ہو سکیں، جامع سلیمانیہ سے چند منٹ کے فاصلے پر جامع سلطان بایزید ہے، یہ بھی جامع سلیمانی کی طرح نہایت ہی پر شکوہ اور فن تعمیر کا نادر نمونہ ہے، جامع

بایزید کے سامنے کھلا صحن غیر معمولی طور پر وسیع ہے، جس میں بلا مبالغہ لاکھوں آدمی آسکتے ہیں، یہاں ہر وقت ایک میلہ سا لگا رہتا ہے، اس میدان کے کنارے عثمانی دور کا ایک عظیم الشان گیٹ (دروازہ) ہے جس پر عربی میں لکھی عبارت سے معلوم ہوا کہ یہاں عثمانی دور میں عسکری وفوجی تربیت کا ادارہ تھا، اب یہاں استنبول یونیورسٹی ہے اور کسی باحجاب خاتون کو اندر جانے کی اجازت نہیں، جامع بایزید کے متصل ہی سلطان محمد فاتح کا تعمیر کردہ مسقّف بازار، گرینڈ مارکیٹ (Grand Market) ہے جو ۱۴۸۱ء کا تعمیر کردہ نہایت خوبصورت اور منقش محرابوں کی شکل میں ہے، اس کی چھت نہایت پختہ ومنقش ہے، یہ ترکی مصنوعات کا اہم مرکز ہے، اس میں ۳۲۰ دکانیں، ۶ غسل خانے، ۵ مساجد اور پینسٹھ گلیاں ہیں، یہاں ہم نے تقریباً آدھا گھنٹہ گزارا، مولانا شمس الضحی صاحب نے ایک ترکی حقہ اور میں نے پشمینی چادریں خریدیں۔

ترکی مساجد کی خصوصیات

پوری دنیا میں ترکی کی مساجد سے زیادہ عالیشان بلند وبالا، پرشکوہ مساجد کسی ملک میں نہیں ہوں گی، سول انجینئرنگ کے اس دور میں اس معیار کی تعمیر کے تصور سے بڑے بڑے انجینئروں کو پسینہ آجائے گا، یہ مساجد چار نہایت ضخیم ستونوں پر قائم ہیں، ان کا قطر عموماً تیس سے چالیس فٹ کے قریب ہے، اس کے ستونوں کے اوپر نہایت عظیم الشان بلند بڑے گنبد کے ساتھ چھ سے بارہ تک معاون گنبد ہوتے ہیں، اس طرح مسجد کی تقریباً پوری چھت گنبدوں پر مشتمل ہوتی ہے اور چھت کی بلندی چھ منزلہ عمارت کے برابر ہوتی ہے، اس میں سینکڑوں روشن دان اور کھڑکیاں ہوتی ہیں، دن کے وقت پوری مسجد اس طرح روشن رہتی ہیں کہ مزید کسی خارجی روشنی کی احتیاج نہیں رہتی، دوسرے ان گنبدوں کی تعمیر میں کمال رکھا گیا ہے کہ وہ قدرتی طور پر آلہ مکبر الصوت (لاؤڈسپیکر) کا کام دیتے ہیں، خطیب کی آواز مسجد کے ہر گوشے میں صاف اور واضح سنائی دیتی ہے، ان گنبدوں کے

اندرونی حصوں میں، اسی طرح دیواروں پر اس طرح حسین ودلکش مینا کاری ہوتی ہے کہ انسان اس کے حسن وجمال میں گم ہوجاتا ہے، چاروں ستونوں اور گنبد کے جوڑوں کی جگہ خلفائے راشدین کے اسمائے گرامی واضح خط میں نمایاں لکھے ہوئے ہیں، بعض مساجد میں مزید عشرہ مبشرہؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کے اسمائے گرامی بھی ہوتے ہیں، عثمانی دور کی ہر مسجد کے دالان میں چھوٹے گنبدوں پر مشتمل بے شمار کمرے ہوتے ہیں، جو کسی وقت تعلیم وتعلم کی عظیم یونیورسٹیوں اور خانقاہوں کا کام دیتے تھے، مگر اب ان کا کوئی تعلیمی یا دینی استعمال نہیں، البتہ بعض مساجد میں حکومت نے ان کمروں میں سرکاری انتظامی شعبے قائم کر رکھے ہیں، یا وہ بند پڑے ہیں، مساجد کے چاروں طرف سبزہ زار ہوتا ہے جس میں پچاس ہزار سے ایک لاکھ کا اجتماع ہوسکتا ہے، ترکی کی ہر مسجد میں فرض نمازوں کے بعد امام نہایت خوش الحانی سے قرآن پاک پڑھتے ہیں اور تقریباً تمام ہی مصلی نہایت مؤدب ہوکر سنتے ہیں، یہ تلاوت اتاترک کے انقلاب کے بعد سے ترکوں کو اسلام سے وابستہ رکھنے کا ذریعہ رہا ہے، ہر مسجد کے ممبر نہایت ہی بلند وبالا تقریباً ایک یا دو عمارت کے برابر ہیں، جب خطیب کھڑا ہوتا ہے تو عظمت وشوکت اور رعب طاری ہوجاتا ہے اور ہر شخص خطیب کو یکساں دیکھ رہا ہوتا ہے، عثمانی سلاطین نے اپنے دفن کے لئے عالیشان تاج محل تعمیر کرنے کے بجائے ان ہی عظیم الشان مساجد کے زیر سایہ چھوٹے چھوٹے اور معمولی حجروں کو ترجیح دی، جن میں وہ آرام فرما ہیں۔

قلعۂ رومیل حصار

استنبول میں کئی بار بحیرۂ فاسفورس پر بنائے گئے عظیم الشان پل سے گزرنا ہوا جو یورپ کو ایشیا سے بذریعہ روڈ ملاتا ہے، یہ ایک معلق پل ہے جس کے دونوں کناروں پر دو دو آہنی ستون ہیں دو ستون ایشیاء میں، دو یورپ میں ہیں، اس کو ہلالی شکل میں نکلے ہوئے دولوہے کے مضبوط ستونوں نے سنبھالا ہوا ہے، اس پل کی لمبائی ایک ہزار چوہتر (۱۰۷۴)

اور جوڑائی ۳۳ میٹر ہے اور یہ پل سمندر سے ۶۴ میٹر بلند ہے،اس برج پر سے گزرتے
ہوئے عمر فاروق صاحب نے سلطان محمد فاتح کا تعمیر کردہ عظیم الشان قلعہ رومیل حصار بتایا
جو سلطان بایزید یلدرم کے تعمیر کردہ قلعہ حصار کے کے بالکل سامنے یورپ کے ساحل پر
واقع ہے، قلعہ اس طرح تعمیر کیا گیا ہے کہ فضا سے محمد (ﷺ) لکھا ہوا محسوس ہوتا
ہے،خواہش کے باوجود وقت کی کمی کے باعث اندر جا کر نہیں دیکھ سکے۔

ترکی قوم پر تصوف کے اثرات

رات کا کھانا ایک کردی ریسٹورنٹ میں کھایا،کردی کھانوں کا یہ ریسٹورنٹ ایک
کردی گاؤں کا نظارہ پیش کر رہا تھا، دنیا میں کھانے اپنی لذت اور اقسام کے تنوع کے لحاظ
سے فائق ان ہی ملکوں کے ہیں جو صدیوں تک عالمی امپائر رہے ہیں جیسا کہ مغربی دنیا میں
اٹلی کے کھانے اور ایشیاء مشرق میں ترکی کھانے،کھانے کے بعد نماز عشاء چہار شنبہ کی جامع
میں پڑھی، یہ محلّہ قدیم زمانے سے نقشبندی و نورسی سلاسل تصوف کا مسکن رہا ہے،موجودہ
سب سے بڑے شیخ محمود آفندی بستر علالت پر زندگی کے آخری لحات میں بتائے جاتے
ہیں،ان سے ملاقاتیں بند تھیں،اس محلے میں داخل ہوتے ہی محسوس ہوا کہ گویا صدیوں
پرانے دور کے خالص خانقاہی ماحول میں آ گئے ہوں،لوگوں کا لباس،حلیہ سب ہی متشرع،
خواتین بلکہ بچیاں تک پورے حجاب میں،ہمیں استنبول میں یہ واحد مسجد ملی جو اوپر سے نیچے
تک پوری طرح بھری ہوئی تھی اور تمام مصلی پوری داڑھی میں اور شرعی لباس میں
تھے،بندہ چشم تصور میں صدیوں پرانے دور میں پہنچ گیا،جب ترکی میں اسلام کا غلبہ تھا اور
ترکوں نے اسلام کا پرچم اٹھایا ہوا تھا۔

مفکر اسلام مولانا ندوی اور مولانا سلمان الحسینی کی مقبولیت

ترکی میں عصر حاضر کے مفکرین میں سب سے زیادہ مقبولیت،محبوبیت اور رسوخ
مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کا نظر آیا کیوں کہ حنفیت اور تصوف ترکوں کے

رگ و پے میں پیوست ہے، کسی غیر حنفی یا سلفی مفکر کا وہاں جگہ بنا پانا دشوار ہے،موجودہ
حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار اپنی ابتدائی تعلیم میں حضرت مولانا کی کتابیں قصص
النبیین منثورات ومختارات پڑھے ہوئے ہیں، ایک ترکی فاضل صالح قراجہ نے جو ندوہ
میں بھی پڑھ چکے ہیں،حضر مولانا کی تقریبا تمام ہی کتب کا ترکی زبان میں ترجمہ کر دیا
ہے،حضرت مولانا کی کتابوں کے ترکی ایڈیشن اردو سے بھی کہیں زیادہ طبع ہوئے ہیں،
افسوس کہ ہماری یوسف صالح قراجہ سے ملاقات نہ ہوسکی،وہ سفر میں تھے،مولانا سلمان
صاحب سے انہوں نے فون پر گفتگو کی اور اپنے حاضر نہ ہوسکنے پر افسوس کا اظہار
فرمایا،ہمارے مکرم مولانا سلمان الحسینی کی ترکی کے علمی وفکری حلقے میں بے پناہ محبوبیت و
مقبولیت دیکھی، بڑے بڑے اسکالر و مفکرین اور علمی اداروں کے ذمہ داران ملنے آتے
رہے،ایک ترکی عالم نے کہا: مولانا سلمان صاحب کا عربی تقریر کا لہجہ خالص عربی ہے،
کوئی عجمی اس لہجے میں تقریر کر ہی نہیں سکتا،یقیناً مولانا کی رگوں میں عربی خون ہے، کیوں
نہ ہو،آپ کی شخصیت میں سادات حسنی وحسینی کا مبارک امتزاج ہے،بندہ نے مولانا سلمان
صاحب سے کہا: آپ نے مردہ لوگوں میں بہت وقت گزار لیا،اب باقی زندگی میں زیادہ
توجہ زندہ اقوام: ترک،عرب، وسط ایشیاء پر دیجیے،ترکی کے تمام طبقات بڑے بڑے علماء
اور نوجوانوں میں مولانا سے جو والہانہ محبت وتعلق اور قدر ومنزلت دیکھی،انگلینڈ و امریکہ
کے برصغیر کے (بالخصوص گجرات) لوگوں میں اس کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آیا،شاید اس کی وجہ
یہ ہو کہ برصغیر کی مٹی کی خاصیت ہے کہ جتنے کنکر اتنے شنکر، گویا شخصیت یا پیر پرستی رگوں میں
پیوست ہے،اور مولانا کا طرز زندگی پیر کے بجائے ایک عالم ربانی کا ہے۔

بہ صد حسرت لندن واپسی

ہم لوگوں نے آخری رات عمر فاروق صاحب ڈائریکٹر دار الحکمت کے گھر آرام
کیا،صبح ساڑھے چار بجے نماز فجر پڑھ کر ائرپورٹ کیلئے روانہ ہوئے، ائرپورٹ پر

کرغزستان کے ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو تبلیغی جماعت میں پاکستان جاتے
رہتے ہیں، کچھ اردو بھی بول لیتے ہیں، گھنٹہ بھر ائر پورٹ کے ریسٹورنٹ میں ناشتے کے
دوران کرغزستان کے مسلمانوں کے احوال پر گفتگوں رہی، معلوم ہوا کہ وسط ایشیا کے
ملکوں میں کیمونزم سے آزادی کے بعد عام لوگوں اور نئی نسل میں اسلام کی طرف کثرت
سے رجوع ہے مگران کو دین سکھانے اور تعلیم دینے والوں کی اشد کمی ہے، صبح ساڑھے آٹھ
بجے ترکش ائر پورٹ سے روانہ ہوکر لندن کے وقت کے مطابق ساڑھے دس بجے
ہیتھروایر پورٹ پر اترے۔

ترکوں کے مستقبل پر امید و بیم کے سائے

ترکی میں گزرے تین دن بندہ کی زندگی کا اہم ترین موڑ ہے، شدت سے احساس
ہورہا ہے کہ ترکی کا سفر بہت پہلے ہونا چاہیے تھا، یہاں ملی ودینی کام کرنے والوں کے لئے
عملی نمونے اور مثالیں ہیں، ترکی دوبارہ انگڑائی لے کر اٹھ رہا ہے، ہم نے ترکی کو امید وبیم
کے درمیان چھوڑا، اتاترک کے جس ملک میں عربی میں اذان دینا جرم تھا، آج وہاں دوملین
سے زیادہ حفاظ قرآن ہیں، اورنئی نسل اسلام کے متعلق پر عزم اور ایمان وایقان کی دولت
سے مالا مال ہے کبھی اندیشہ سر اٹھاتا ہے کہ فوج اور عدلیہ پوری طرح دونمہ یا سرائیلی ہے،
آن واحد میں سب کو کچل کر کسی نئے اتاترک کو لے آئے گی۔ ہم نے بہت سے ترک
نوجوانوں سے پوچھا: اس فوج سے نجات کی کوئی صورت ہے؟ ان کا جواب خاموشی تھا،
لیکن چہروں پر کرب والم صاف جھلکتا تھا، صحیح احادیث میں قیامت کی علامتوں میں سے
ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام ظہور کے بعد سب سے پہلے قسطنطنیہ (ترکی) فتح کریں
گے، شاید ہماری قسمت میں ابھی مزید انقلاب گردش دوراں باقی ہے، مگر ایمان وہ طاقت
ہے جو ہر حال میں امید کی جوت جلائے رکھتی ہے۔

عجب کیا ہے کہ یہ بیڑہ غرق ہوکر پھر اچھل جائے

کہ ہم نے انقلاب چرخ گردوں یوں بھی دیکھے ہیں

عالمی حالات پر نظر رکھنے والے صاف محسوس کررہے ہیں کہ دنیائے کفر
خاص طور پر صیہونی گٹھ جوڑ سے اسلام کی جنگ اپنے آخری راؤنڈ میں ہے، مغرب
فلسفہ وفکر کے میدان میں شکست کھا چکا ہے، اس کی قابل فخر چیزیں فرد کی آزادی،
انسانی حقوق، سماجی انصاف اور معاشرہ کی حریت کا ملمع نائن الیون نے اتار دیا ہے،
اب اس کے پاس صرف ظلم وجارحیت کا سہارا رہ گیا ہے جوان شاء اللہ چند سالوں میں
افغانستان کے پہاڑوں اور عراق کے ریگزاروں میں دفن ہوجائے گا اور دنیا پر اسلام
کے امن وسلامتی، انسانیت کے احترام اوفلاح و بہبودی کا سورج طلوع ہوکر رہے گا،
ان شاء اللہ تعالی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سفرنامۂ ترکی

از

مولانا محمد ثناء اللہ خان صاحب قاسمی

خطۂ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیار
مہدی امت کی سطوت کا نشان پائدار
صورت خاک حرم یہ سرزمین بھی پاک تھی
آستانِ مسند آرائے شہ لولاک تھی
نکہتِ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا
تربتِ ایوب انصاری سے آتی ہے صدا
اے مسلمان! ملتِ اسلام کا دل ہے یہ شہر
سینکڑوں صدیوں کی کشت وخون کا حاصل یہ شہر

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

ایشیا ویورپ کے سنگم اور مرکز اتصال پر واقع ہونے کی وجہ سے ترکی کو انسانیت کی پوری تاریخ میں جو اہمیت اور برتری حاصل ہے وہ کسی پڑھے لکھے مسلمان سے مخفی نہیں ہے، ترکوں کی شجاعت، قیادت وخلافت کی داستانیں، مسلم تاریخ کا ایک ایسا سنہرا باب ہے جس پر آج بھی مسلمان بجاطور پر فخر کرسکتا ہے۔

ترکی کی مشہور عہد ساز، رجال ساز شخصیت استاذ محمد فتح اللہ گولن جن کی سوشل اور ایجوکیشنل تحریک جو دنیا کے ۱۲۰/ایک سوبیس سے زائد ملکوں میں کام کرتی ہے، اس تنظیم کے ہندوستانی شاخ کے ذمہ دار اعلیٰ شیخ شعبان کی دعوت پر مولانا سید سلمان حسینی ندوی کے وفد کے ساتھ ترکی کا ایک سفر ہوا۔

دراصل یہ وفد استاذ محترم مشفق ومکرم حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ عمید کلیۃ الدعوۃ والاعلام، استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء، وناظم جامعۃ الامام سید احمد شہید، وصدر جمعیۃ شباب الاسلام کی قیادت میں حضرت مولانا سید رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی، ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء کی نیابت اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کی نمائندگی میں ہورہا تھا، وفد چار ارکان پر مشتمل تھا، حضرت مولانا سید سلمان حسنی ندوی، مولانا سید یوسف الحسینی، جنرل سکریٹری جمعیۃ شباب الاسلام وڈائرکٹر **معهد اللغة العربية**، مولانا شاہ فخر عالم امام وخطیب جامع مسجد بھاگلپور اور راقم عاجز:

دہلی سے استنبول (Istambul) کا سفر ٹرکش ایر لائن کی فلائیٹ نمبر Tk0717 کے ذریعہ ہوا، ٹرکش ایرلائن دنیا کی فائیو اسٹار ایر لائن ہے جو (Star Allaiance Group) اسٹار الائنز گروپ کی ممبر بھی ہے جو روزانہ دنیا کے دوسو سے زائد شہروں کیلئے اپنی فلائیٹ چلاتی ہے، اس کی ہر چیز انتہائی معیاری اور جدید طرز کی

ہے، سروس بالکل یورپین معیار کی ہے، دہلی سے استنبول تک کا سفر تقریباً سات گھنٹے کا تھا، جہاز لاہور، کابل، مشہد، تبلیسی وغیرہ کے اوپر سے ہوکے ترکی کی حدود میں داخل ہوا، سرسبز وشاداب جزیروں، بلند وبالا پہاڑیوں، سمندری خلیجوں کا منظر جہاز سے بڑا ہی دلربا نظر آرہا تھا، قدرت کے اسی سحر میں ہم مگن تھے کہ پائلٹ نے لینڈنگ کا اعلان کیا، پوری پرواز نہایت ہی پرسکون رہی اور لینڈنگ بھی انتہائی (Smooth landing) تھی۔

استنبول کے انٹرنیشنل ایر پورٹ کا نام جس کو ٹرمنل ون بھی کہتے ہیں، ''اتاترک'' ایرپورٹ ہے، ایرپورٹ ترکی کے یورپین سائیڈ Threce میں واقع ہے، ایرپورٹ انتہائی جدید ترین اور فیشن ایبل ہے۔ استنبول پہنچتے ہی ایمیگریشن وغیرہ کے مراحل سے فارغ ہوئے، مرسیڈیز کمپنی کی جدید ترین آرام دہ کار ہمیں ریسیو کرنے کے لئے ایرپورٹ پر موجود تھی جو آخر تک ہمارے ساتھ ہی رہی۔

میں چاہتا ہوں کہ سفر کی تفصیلات لکھنے سے پہلے ترکی اور استنبول کے سلسلہ میں چند اہم اور ضروری معلومات آپ کی خدمت میں پیش کردوں۔

ترکی کا کل رقبہ 814578 مربع کیلومیٹر ہے، جس میں سے 790200 مربع کیلومیٹر ایشیاء میں اور بقیہ 3 فیصد یعنی 24378 مربع کیلومیٹر یورپ میں واقع ہے، ترکی اپنے رقبہ کے اعتبار سے دنیا کا 37 واں سب سے بڑا ملک ہے۔

ترکی سات صوبوں میں تقسیم ہے اور ہر صوبہ مزید چھوٹے اضلاع میں منقسم ہے، عام طور پر صوبہ اپنے صوبائی دارالحکومت کے نام پر ہی ہوتا ہے، ترکی کا دارالحکومت انقرہ ہے لیکن تاریخی دارالحکومت استنبول ہے جو بدستور ملک کا مالیاتی، ثقافتی، اقتصادی مرکز ہے، ملک کی 68 فیصد آبادی شہروں میں قیام پذیر ہے، مجموعی طور پر ملک میں 5 لاکھ سے زائد آبادی کے 12 اور ایک لاکھ سے زائد آبادی کے 48 شہر ہیں۔

ترکی کا سرکاری نام (Turkey Cumhuriyeti) یعنی جمہوریہ ترکی

ہے جو کہ جنوب مغربی ایشیاء میں جزیرہ نما اناطولیہ اور جنوب مشرقی یورپ کے علاقہ بلقان تک پھیلا ہوا ہے، ترکی کے بنیادی طور پر دو حصے ہیں، بڑا حصہ ایک جزیرہ نما کی شکل کا ہے، جو اناطولیہ کہلاتا ہے، اسے ایشیاء کوچک (Asia Minor) بھی کہا جاتا ہے، اسکے علاوہ ترکی کا چھوٹا علاقہ تھریس (Threce) کہلاتا ہے، اناطولیہ ایشیاء کا حصہ اور تھریس یورپ کا حصہ ہے۔

اناطولیہ کو مختلف ریجنوں میں تقسیم کیا گیا ہے، بحیرہ روم کے ساتھ والا حصہ میڈی ٹرینین ریجن کہلاتا ہے، بحیرۂ روم ترکی کے مغرب میں پتلا ہوتا چلا جاتا ہے، اس حصے کو آگین ریجن اور یہاں کے سمندر کو آگین سی کہتے ہیں، یہ آگین سی ایک تنگ سی آبنائے کے ساتھ ایک نسبتاً کھلی جھیل میں داخل ہوجاتا ہے، یہ جھیل بحیرۂ مرمرہ کہلاتی ہے، اور اس کے گرد ونواح کا علاقہ مرمرہ ریجن کہلاتا ہے، استنبول کے پاس پہونچ کر بحیرۂ مرمرہ دوبارہ تنگ ہوکر آبنائے باسفورس کی شکل اختیار کرلیتا ہے یہ تنگ سی آبنائے دوبارہ ایک بہت بڑی جھیل میں جاگرتی ہے، جو بحیرۂ اسود یا بلیک سی کہلاتی ہے یہ بحیرۂ کیسپین کے بعد دنیا کی دوسری سب سے بڑی جھیل ہے۔

ترکی کا شمالی علاقہ دشوار گذار اور بلند ترین پہاڑوں پر مشتمل ہے، یہاں اس کی سرحدیں جارجیا، آرمینیا اور ایران سے ملتی ہیں، ترکی میں ایران اور آرمینیا کی سرحد پر ترکی کا بلند ترین پہاڑ کوہ ارارات واقع ہے، جنوب مشرق میں ترکی کی سرحد عراق اور شام سے ملتی ہے، ترکی کے بلند ترین مشرقی پہاڑوں سے دنیا کے دو مشہور دریا دجلہ وفرات نکلتے ہیں، دریائے دجلہ براہِ راست عراق میں داخل ہوجاتا ہے جبکہ فرات پہلے شام میں اور پھر عراق میں داخل ہوکر اپنا سفر جاری رکھتا ہے، یہ دونوں دریا جنوبی عراق میں بصرہ کے قریب خلیج فارس میں جاگرتے ہیں، ان دونوں دریاؤں کے درمیان کی وادی میسوپوٹیمیا کہلاتی ہے، جس کا اوپر حصہ ترکی درمیانہ حصہ شام اور نچلا حصہ عراق میں واقع ہے۔

ترکی ایک آئینی جمہوریت ہے، ترکی اقوام متحدہ اور موتمر عالمِ اسلامی کا بانی رکن ہے 1949ء سے یورپی مجلس اور 1950 سے ناٹو NATO کا رکن ہے، ناٹو میں امریکہ کے بعد دوسری بڑی فوج ترکی کی ہے، ترکی کے یورپین یونین میں شمولیت کیلئے طویل عرصہ سے مذاکرات جاری ہیں۔ یورپ اور ایشیاء کے درمیان انتہائی اہم محل وقوع پر ہونے کی بنا پر ترکی کو بجا طور پر انسانی تہذیبوں کا چوراہا کہا جا سکتا ہے۔

اس ملک کی تاریخ بہت قدیم ہے، ماقبل تاریخ کے بھی آثار وقرائن وشواہد اس وقت وقت دستیاب ہیں، مورخین نے ترکی کی تاریخ کو کئی ادوار میں تقسیم کیا۔

18 اٹھارویں صدی سے تیرھویں صدی قبل مسیح یہاں حطیوں نے پہلے بڑی (Assygianes) تشکیل دی اور ایک عظیم سلطنت قائم کی ان کے پورے دور میں دیگر اقوام بھی استنبول اناطولیہ پر حملے کرتی رہیں اور بعض حصوں پر قابض بھی ہوئیں۔

عہد عتیق میں یہ علاقہ یونانیوں اور فارسیوں کے درمیان جنگوں کا مرکز بنا رہا، کبھی فارس اس علاقہ پر قابض ہو جاتے کبھی یونانی، پہلی صدی قبل مسیح میں رومیوں کے قبضہ میں آ گیا، 300ء کے لگ بھگ اس پورے علاقہ کی اکثریت عیسائی مذہب اختیار کر چکی تھی، 324ء میں رومی شہنشاہ قسطنطینِ اول نے قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کا شہر بسایا، اور اسے سلطنت روما کا دارالحکومت قرار دیا۔ مسلم فاتحین نے ابتدائی فتوحات ہی میں موجودہ ترکی کے مشرقی علاقوں کو اپنے زیرنگیں کر لیا تھا لیکن اناطولیہ کے وسطی علاقے 9ویں صدی میں سلجوقیوں کی آمد تک مسلم ریاست نہ بن سکے، بلادِ اسلامیہ پر چنگیز خان تموچن کی ہولناک اور تاریخ کی بدترین یلغار کے بعد ترکوں نے وسط ایشیاء سے ہجرت کر کے اناطول کو اپنا وطن بنایا۔ جنگ ملازکرد میں رومیوں پر سلجوقیوں کی عظیم فتح نے اس علاقہ کے مستقبل کا فیصلہ کر دیا اور ترکی کا بیشتر علاقہ ہمیشہ کیلئے بلادِ اسلامیہ کا حصہ بن گیا، سلجوقیوں کے زوال کے بعد دوسرے الفاظ میں انہی کی باقیات سے ترکی کے سیاسی منظر نامہ پر عثمانی

ابھرے جنہوں نے اسلامی تاریخ کی سب سے عظیم ریاست سلطنتِ عثمانیہ تشکیل دی، سلطنتِ عثمانیہ بڑے رعب و دبدبہ، شان وشوکت کے ساتھ 631 سال تک قائم رہی 16ویں اور 17ویں صدی میں یہ دنیا کی سب سے طاقتور سیاسی قوت تھی، عثمانیوں کی فتوحات ہی کے نتیجے میں اسلام وسط یورپ تک پہونچا اور مشرقی یورپ کا علاقہ عرصۂ درازتک مسلمانوں کے زیرنگیں رہا، زوال کے بعد سلطنتِ عثمانیہ نے پہلی جنگِ عظیم میں جرمنی کا ساتھ دیا اور بالآخر شکست کھا کر خاتمہ کا شکار ہوئی، جنگ کے بعد فاتح اتحادی قوموں نے سلطنتِ عثمانیہ کو مختلف ٹکڑوں میں بانٹ کر آپس میں تقسیم کر لیا۔

1919ء کو ترکوں نے اتحادی جارحیت کے خلاف تحریکِ آزادی کا اعلان کیا جس کی قیادت فوجی جنرل مصطفیٰ کمال پاشا کر رہے تھے 1922ء میں تمام جارح افواج کو ترکی سے نکال باہر کیا اور ایک نئی ریاست تشکیل دی، جو جمہوریہ ترکی کہلائی، یکم نومبر کو ترک مجلس پارلیمان نے خلافت کا خاتمہ کر دیا یوں 631 سالہ عثمانی خلافت کے زریں عہد کا خاتمہ ہو گیا، خلافت کے الغاء سے قبل خلافت ایک مرکزِ وحدت کا کام دے رہی تھی، مسلمانوں کا شیرازہ کسی نہ کسی حد تک بندھا ہوا تھا، خلافت کے خاتمہ اور الغاء کے ساتھ ہی سیاسی انحطاط کا آغاز ہو گیا۔ علامہ اقبال نے اسی کربناک تاریخی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا ؂

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

آگے چند سالوں میں مصطفیٰ کمال نے ملک میں جدیدیت کے نام پر بڑے پیمانے پر نام نہاد اصلاحات کیں جو دراصل ملک کے مذہبی تشخص کے خاتمہ کی کوشش تھی، جن میں ترکی زبان کے رسم الخط کی عربی سے لاطینی کی جانب منتقلی اور لادینیت (Secularism) اختیار کرنے کا اعلان قابل ذکر ہے۔

عدنان میندریس جب وزیراعظم بنے تو انہوں نے بہت ساری اصلاحات کیں، اسلام پر لگائی گئی بے جا پابندیاں اٹھائیں جسکے نتیجہ میں فوج نے اقتدار پر قبضہ کرکے عدنان اوران کے ساتھیوں کو تختہ دار پر چڑھا دیا۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے کہ ترکی میں اسلام پسندوں کو کن مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں کس طرح کامیابیاں ملیں، ہم متفرق جگہوں پر اس کو ذکر کریں گے

ہم ایرپورٹ سے نکل کر شہر میں داخل ہوگئے تو ایسا محسوس ہوا کہ استنبول ہمیشہ نئے انداز سے اپنے حسن کے جلوے بکھیرتا ہے حتی کہ بار بار آنے والے سیاح وزائر کو بھی ہمیشہ خوبصورتیوں کی جھلک نظر آتی ہے، انتہائی کھلی اور کشادہ سڑکیں، شوروآلودگی سے بالکل پاک شہر، سڑکوں کے دونوں طرف انتہائی خوبصورت چمن بندی اور شجرکاری، پس منظر میں انتہائی بلند وبالا عمارتیں، ان کے درمیان آسمان کو چھوتے مخصوص ترکش طرز کی مساجد کے مینارے۔

اب ہم آتے ہیں استنبول کی تاریخ اور اسکے سلسلہ میں اہم معلومات کی طرف۔

استنبول اپنی قدیم ترین تاریخ، اہم ترین جغرافیائی محل وقوع، اور قدرتی حسن کی بناء پر دنیا کا منفرد اور ممتاز شہر ہے، دنیا کی صاحب ہمت قوموں، وقت کی سوپر پاور قوموں نے اسے اپنا پایۂ تخت بنانے کی کوشش کی اور فاتحین کے کئی لشکروں نے اس شہر کی جانب اپنی عنانِ عزیمت موڑی، استنبول کو 1600 سال تک دنیا کی دوسری سوپر پاور کا دارالحکومت رہنے کا اعزاز حاصل ہے، جب یہ شہر یونانیوں کے زیر تسلط آیا انہوں نے اس کا نام بازنطین (Byzantia) رکھا، رومی شہنشاہ قسطنطین نے اس شہر کو اپنا پایہ تخت بنایا تو اس کا نام قسطنطنیہ (Constantinaople) رکھا، عربی تاریخوں میں اس کا نام مدینۃ الروم آیا ہے، بازنطینی لوگ اس کو ہی ھیپولس (Hepolis) بھی کہتے ہیں۔

جب یہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو مسلمانوں نے اس کو اسلامبول بنا دیا خلافتِ عثمانیہ کے آخری دور میں اسے ''الآستانہ'' اور ''الباب العالی'' بھی کہا گیا، یہاں

تک کہ جب خلافت ختم ہوئی تو اس کا سرکاری نام استانبول ہوگیا اور اب یہ شہر اسی نام سے موسوم ومعروف ہے۔ 1100 سال یہ شہر رومی سلطنت کا دارالحکومت رہا، سلطنت روما کے زوال کے بعد خلافتِ عثمانیہ کا دارالحکومت بنا اور تقریباً پانچ سو سال تک اسے نہ صرف ترکی بلکہ پورے عالم اسلام میں مرکزیت حاصل رہی۔

استنبول دنیا کا واحد شہر ہے جو بیک وقت ایشیاء ویورپ میں واقع ہے۔ مشہور عالمی سیاح وممتاز سفر نامہ نگار مستنصر حسین تارڑ صاحب نے اپنے سفر نامہ ترکی میں ''نکلے تیری تلاش میں'' استنبول کا تعارف ان حسین الفاظ میں کرایا ہے، یہ میرے سامنے گنبدوں اور میناروں کا ایک شہر سمندر سے اٹھا، شہر ماضی بعید میں بازنطینوں کا باز نطائن، ماضی میں کانسطنطائن کا ''قسطنطنیہ'' حال میں عثمانی لشکروں کا استنبول کہلایا، ایک شہر تین عہد تین روپ اور تین ہی حصے، ایک حصہ ایشیاء میں جہاں سے ہم آرہے تھے دوسرا یورپ میں اسلامبول، اور تیسرا ''الغلطہ'' جسے شاخِ زریں اسلامبول سے جدا کرتی ہے، ایک ہی شہر میں ہمارے اردگرد آبنائے باسفورس میں ہلچل مچی ہوئی تھی، ایشیاء ویورپ کے درمیان درجنوں مسافر بردار کشتیاں رواں دواں، سامان سے لدے ہوئے بیڑے، مچھیروں کی لاتعداد کشتیاں دنیا کے ہر کونے سے آئے ہوئے بحری جہاز، دنیا بھر میں کسی بھی سمندر نے اپنے اردگرد پھیلے ہوئے شہر کو اتنی خوبصورتی نہیں بخشی جو استنبول کے حصہ میں آئی، خوبصورتی کا انحصار سمندر پر ہے مگر استنبول میں سمندر شاخِ زریں کا کشکول لیئے شہر سے حسن کی بھیک مانگ رہا ہے، میری نظروں کے سامنے اس حسین شہر کے طلسمی افقی خطوط ابھر رہے تھے۔ آیا صوفیہ کے عظیم الجثہ گنبد، نیلی مسجد کے چھ نازک اندام اور باریک مینار، ترک سلطان کا محل سرا، شاخِ زریں پر پل ''الغلطہ'' اور سینکڑوں پتلے اور لانبے مینار ہر سو بکھرے ہوئے جیسے نیلے آسمان کے سینے میں تیز چمکتے ہوئے برچھے گڑے ہوں۔

استنبول کی اسی اہمیت کی بنا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر پر چڑھائی کرنے والے لشکر کو مغفرت کی بشارت دی۔

ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے گھر میں دو پہر کے وقت آرام فرما رہے تھے کہ اچانک بیدار ہوئے تو آپ کا چہرۂ انور متبسم تھا حضرت ام حرام نے تبسم کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا کہ خواب میں مجھے اپنی امت کے وہ لوگ دکھائے گئے جو سمندر کی موجوں پر اس طرح سفر کریں گے جیسے تخت پر بادشاہ بیٹھے ہوں، حضرت ام حرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس خوش نصیب لشکر میں شامل فرمادے، آپؐ نے دعا دی اور دوبارہ محوخواب ہو گئے تھوڑی دیر بعد پھر بیدار ہوئے تو دوبارہ چہرۂ مبارک تبسم سے کھلا ہوا تھا، حضرت ام حرامؓ نے پھر وجہ پوچھی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر جہاد کرے گا، اس کی مغفرت کی بشارت دی گئی، حضرت ام حرامؓ نے دوبارہ دعاء کی درخواست کی کہ اللہ مجھے بھی اس لشکر میں شامل فرمادے، اس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا تم پہلے لشکر میں شامل ہو دوسرے میں نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں بشارتیں اس طرح پوری ہوئیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت معاویہؓ نے قبرص پر حملہ کیا یہ تاریخ اسلام میں پہلی بحری مہم تھی اور اس لشکر میں ام حرام بنت ملحان اپنے شوہر عبادہ بن صامتؓ کے ساتھ شامل ہوئیں، یہ جنگی مہم اس لحاظ سے کامیاب ہوئی کہ اہل قبرص نے مسلمانوں سے صلح کر لی اور واپسی کے وقت ام حرام گھوڑے پر سوار ہونا چاہتی تھیں کہ اچانک گھوڑا بدک گیا اور اس نے ان کو زمین پر گرادیا، وہ اس زخم سے جانبر نہ ہوسکیں وہیں پر جامِ شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اپنے بیٹے یزید کی سرکردگی میں قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کیا اس حملہ میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرامؓ شامل تھے جن میں نمایاں نام حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا ہے۔ یہ مسلمانوں کی طرف سے

قسطنطنیہ کا پہلا محاصرہ تھا جو کافی مدت تک جاری رہا۔

اس کے علاوہ بہت سے مسلمان حکمرانوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی ہوئی بشارتوں اور سعادتوں کے حصول کے لئے قسطنطنیہ پر حملہ کیا جن میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، ہشام بن عبدالملک، مہدی عباسی، ہارون رشید وغیرہ شامل ہیں

سلاطین آلِ عثمان میں سے سب سے پہلے بایزید یلدرم نے قسطنطنیہ پر زبردست حملہ کیا، اس کا پوری قوت کے ساتھ محاصرہ کیا، جو بعض وجوہ سے ناکامی پر منتج ہوا، بالآخر فتح قسطنطنیہ کی سعادت عثمانی خاندان کے نوجوان سلطان محمد فاتح کو حاصل ہوئی، اس نوعمر سعادتمند نے ۲۲؍سال کی عمر میں خلافت کی باگ ڈور سنبھالی، اس نے بڑی باریک بینی سے ان اسباب کا جائزہ لیا جو اب تک فتح قسطنطنیہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے اور اپنے تدبر وشجاعت، اولوالعزمی اور دانشمندی کے ذریعہ جنگ کا ایسا نقشہ تیار کیا جو بالآخر فتح مبین پر منتج ہوا۔

محمد فاتح کی آخری فیصلہ کن جنگ میں بازنطینی بادشاہ قسطنطین مارا گیا، اس کی موت پر گیارہ سو سال کی بازنطینی سلطنتِ روما کا خاتمہ ہو گیا جس کی ابتداء بھی قسطنطین سے ہوئی تھی اور انتہاء بھی قسطنطین پر ہوئی، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی پیشین گوئی پوری ہوئی، اس کے بعد قسطنطنیہ صدیوں خلافتِ عثمانیہ کا مرکز بنا اور صدیوں تک اسے عالمِ اسلام میں نمایاں مرکزیت حاصل رہی۔

تاریخ کے صفحات ذہن پر مرتسم ہو رہے تھے کہ ہماری گاڑی ایک انتہائی وسیع اور کشادہ پارک میں رکی، یہ دراصل ایک خوبصورت ریسٹورینٹ تھا جو بحیرۂ مرمرہ کے بالکل کنارے واقع تھا، ڈائننگ ٹیبل پر سے مرمرہ کا منظر بے حد خوبصورت اور دلربا معلوم ہو رہا تھا، ہم لوگوں نے مختصر سا ناشتہ کیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔

فاتح کالج fatikolije (ترکی رسم الخط میں) کے جدید ترین فائیو اسٹار مہمان

خانہ میں ہمارا قیام تھا،ظہر کا وقت ہو چکا تھا،نماز ادا کی،تھوڑی دیر سب نے آرام کیا۔

اس وقت ترکی پر AKparty کی حکومت ہے، موجودہ وزیر اعظم رجب طیب اردوگان اسی پارٹی سے ہیں، ترکی میں اسلام پسندوں اور سیکولر حکمرانوں کی کشمکش کی تاریخ بڑی طویل اور تلخ ہے، اسلام پسندوں کو کچلنے کے مختلف حربے اوران کو دبانے کے تمام ہتھکنڈے آزمانے کے باوجود ان کی قوت میں اضافہ ہوا۔1995 کے انتخابات میں پہلی بار اسلام پسند رفاہ پارٹی سب سے بڑی جماعت کے طور پر ابھری اور واضح اسلامی نقطۂ نظر بلند ہمت اور آہنی عزم رکھنے والے قائد نجم الدین اربکان ترکی کے وزیر اعظم بنے، رفاہ پارٹی کے اسلام پسند نظریات کے باعث قومی سلامتی کونسل کے دباؤ میں آکر جون 1997 میں اربکان کو مستعفی ہونا پڑا، اوران پر عمر بھر سیاست میں حصہ لینے پر پابندی عائد کر دی گئی۔

اس کے بعد ایک لمبے عرصہ کے لیے پھر سے سیکولر حکمراں اقتدار پر مسلط ہو گئے، لیکن اس عرصہ میں بدعنوانیوں، مالیاتی گھپلوں، نظم ونسق میں کمزوری، ترقی کی دھیمی رفتار، غیر واضح پالیسی کے باعث سیکولر پارٹیوں اور لادین طبقوں کی ساکھ کو زبردست نقصان پہونچا، اسکے برعکس بلدیاتی انتخاب میں جیتنے والی اسلام پسند پارٹیاں اور تحریکیں انتہائی دیانت اور ایمانداری کے ساتھ اپنا کام کرتی رہیں اوراس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے، اس کا فائدہ اسلام پسند پارٹیوں کو انتخابات میں ملا، رفاہ پارٹی کے بعد اس سے نکلنے والا ایک دھڑا (AKparty) عدالت وترقی پارٹی نمایاں ہوکر سامنے آیا، پارٹی مسلسل دو انتخابات جیت کر اب تک دائیں بازو کی سب سے بڑی قوت کے طور پر ابھری ہے، 2002ء میں پارٹی نے اکثریت حاصل کر لی 2002ء کے انتخابات کے موقعہ پر پارٹی کے سربراہ رجب طیب اردوگان کو 1998ء میں اپنی کسی تقریر میں اسلام کے حق میں کلمات ادا کرنے کے باعث انتخابات اور وزارتِ عظمی کے لئے نااہل قرار دے دیا گیا نتیجتاً ان کی جگہ ان کے نائب عبداللہ گل وزیر اعظم بنا دئے گئے، تاہم بعد میں ایک آئینی

ترمیم کے ذریعہ اس پابندی اور سزا کو ختم کر دیا گیا، 9/مارچ کو ضمنی انتخاب کے ذریعہ اردغان پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہوئے، اوران کو حکومت میں لانے کے خاطر عبداللہ گل وزارتِ عظمی سے مستعفی ہو گئے، انہیں بعد میں وزیر خارجہ بنا دیا گیا۔

طیب اردوگان کی قیادت میں ترکی دنیا کی سب سے زیادہ تیز رفتار ترقی کرنے والی معیشت اور ترقی یافتہ ملک بن گیا ہے۔ترکی دنیا کی 16ویں بڑی معیشت ہے۔

تعلیمی میدان میں بھی ترکی کی ترقی قابل رشک ہے ملک میں 18/شہر ہیں اور تمام کے تمام شہروں میں یونیورسٹیز ہیں، تمام یونیورسٹیز اور اسکولوں میں کتابیں شہریوں کے لئے بالکل مفت ہیں، تمام یونیورسٹیوں اور اسکولوں میں تعلیم بالکل مفت ہے، حکومت نے تمام شہریوں کو ٹیبلیٹ کمپوٹر بھی فراہم کیا ہے۔

تعلیمی بجٹ (Education Budget) 49 بلین یو ایس ڈالر ہے

اس وقت دنیا کے اسٹیج پر امت مسلمہ کی طرف سے قیادت کا رول اگر کوئی شخصیت ادا کر رہی ہے تو وہ یہی طیب اردوگان ہیں، صومالیہ کے قحط اور بھکمری کا مسئلہ سالہا سال سے ایک بین الاقوامی اشو بنا ہوا ہے۔ مسلم ملکوں کی طرف سے بھی امداد جاتی ہے مگر عیسائی خیراتی اور فلاحی اداروں اور ریڈ کراس کے ذریعہ سے ہوکر 25/سالوں کے بعد رجب طیب اردوگان پہلے پرائم منسٹر ہیں جنہوں نے صومالیہ میں رمضان گذارا وہاں ہسپتال تعمیر کئے تعلیم کا انتظام کیا نہ صرف مسلمانوں کی مدد کی بلکہ عیسائیوں کو بھی امداد پہونچائی، امریکہ 30/سال سے صومالیہ کی مدد میں پیش پیش رہا اور میڈیا کے سامنے اپنے کو ہیرو بنا کر پیش کرتا رہا مگر ترکی نے ایک ہی سال میں صومالیہ کا نقشہ بدل دیا، اورلوگوں کے دل جیت لیئے، صومالیہ میں طیب اردوگان کے اکثر چاہنے والے عیسائی ہیں۔

اسی طرح ابھی حالیہ دنوں میں برمی مسلمانوں پر خوں آشام ظلم اور ہولناک ستم ڈھایا گیا، قتل وخونریزی، وحشت وبربریت کا ننگا ناچ دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا،

اس موقعہ پر بھی پاکستان سے لے کر خلیجی اور عرب ملکوں کے تمام بے غیرت حکمراں اپنی عیاشیوں میں مشغول تھے، ایسے نازک موقعہ پر طیب اردوگان ہزاروں رکاوٹوں کے باوجود اعلیٰ حکومتی وفد کے ہمراہ برما پہونچ کر وہاں کے مسلمانوں کے غم میں شریک ہوئے، انہیں تسلی دی، ان کی اہلیہ ایمن اردوگان بھی مبارکباد کی مستحق ہیں کہ انہوں نے لٹے پٹے مظلوم مسلمانوں کو سینے سے لگایا، ان کی بپتا سنی، ان کے آنسوں پونچھے، اور انہیں تسلی دی، ان کی مدد کی، مستقبل میں بھی ترکی کی بھرپور مدد کا یقین کرایا۔

ذاتی طور پر مجھے تو امید ہے کہ ضرور ایک دن وہ آئے گا کہ ترکی کا یہ مرد مجاہد صاحب ہمت اور صاحب عزیمت انسان اپنے عثمانی اجداد کی تاریخ کو دہرائے گا، اور امتِ مسلمہ کی کھوئی ہوئی آبرو بحال کر کے دم لے گا اور دنیا اسے اپنا رہبر اور مثالی قائد تسلیم کرے گی۔

''وماذلک علی اللہ بعزیز ان اللہ لطیف لما یشاء۔

ہمارا سفر استاذ فتح اللہ گولن کی تحریک کے تحت چل رہے، مختلف اداروں کے معائنے اور مختلف قسم کے تعلیمی وفلاحی کاموں کے دیکھنے کے لئے ہوا تھا، آپ استاذ فتح اللہ کے سلسلے میں واقف ہوں تو ان کے کام کو سمجھنے میں مدد ملے گی، اسی لئے ان کے سلسلے میں مختصر معلومات آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔ استاذ فتح اللہ گولن ۱۹۴۱ء میں صوبۂ ارض روم کے شہر حسن قلعہ کے ایک نواحی علاقہ ''کوروجک'' میں پیدا ہوئے، اس بستی کی آبادی ساٹھ ستر گھرانوں سے زائد نہیں تھی، آپ کے آباء واجداد ''اخلاط'' نامی تاریخی گاؤں سے ہجرت کر کے یہاں آئے تھے، آپ نے آنکھ ہی ایسے گھرانے میں کھولی جس کا ماحول مکمل اسلامی اور جس کے اطراف روحانیت کی کرنیں پھیلی ہوئی تھیں۔

آپ کے دادا ''شامل آغا'' عزت ووقار اور دینی مضبوطی کا نمونہ تھے، آپ کے والد ''رامز آفندی'' حکومت کے مقرر کردہ امام تھے، انہوں نے مختلف علاقوں میں اپنی خدمات انجام دیں اور اس بے ثمر دور میں بھی علم وادب، دین داری وذہانت کے لحاظ

سے معروف شخصیت تھے۔

آپ کی والدہ ''رفیعہ خانم'' بستی کی عورتوں کو قرآن کریم پڑھایا کرتی تھیں، رحم دلی، شفقت اور اچھے اعمال سے خصوصی لگاؤ کی وجہ سے مشہور تھیں، شیخ فتح اللہ گولن نے چار برس سے بھی کم عمر میں اپنی والدہ سے قرآن کریم سیکھنا شروع کر دیا تھا اور صرف ایک ماہ میں قرآن کریم ختم کر لیا، انہوں نے جس گھرانے میں پرورش پائی وہ اس علاقے کے معروف علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی زیارت وضیافت گاہ تھا، اس طرح فتح اللہ گولن کو بچپن ہی سے بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملا، جن علماء کرام سے آپ سب سے زیادہ متاثر ہوئے، ان میں نمایاں نام محمد لطفی الوارلی کا ہے۔

آپ نے عربی وفارسی زبان سیکھنے کا آغاز اپنے والد ماجد سے کیا، جو کتب بینی میں مستغرق رہتے، چلتے پھرتے قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے اور عربی وفارسی کے اشعار گنگناتے رہتے، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے رسمی علوم اور فلسفے پر بھی توجہ دی، تعلیم کا جو سلسلہ والد کے گھر میں شروع کیا وہ ''ارض روم'' شہر میں آکر بھی جاری رہا اور آپ نے علاقہ کے مشہور علماء سے دینی علوم حاصل کئے، ان میں نمایاں شخصیت ''عثمان بکت لش'' کی ہے، جو اپنے وقت کے چوٹی کے فقہاء میں شمار ہوتے تھے، آپ نے نحو، بلاغت، فقہ، اصول فقہ اور عقائد کی کتابیں انہیں سے پڑھی ہیں۔

زمانۂ طالب علمی ہی میں آپ کی ''رسائل نور'' اور طلبۂ نور'' کی تحریک سے شناسائی ہوگئی، یہ ایک ہمہ گیر احیائی اور تجدیدی تحریک تھی جس کی بنیاد علامہ بدیع الزماں سعید نورسی نے بیسویں صدی کے دوسرے ربع میں رکھی تھی۔

دوسرے الفاظ میں بدیع الزماں سعید نورسی (وفات ۱۹۶۰) نے ترکوں کو نئے دور میں زندگی کی تعمیر کے لئے ایک فکر دی اور استاذ فتح اللہ گولن نے اس فکر کو باقاعدہ عمل کی شکل دی۔

بیس سال کی عمر میں فتح اللہ گولن نے ارض روم کو خیر باد کہہ کر ''درنہ'' کارخ کیا جو ترکی کا مغربی دروازہ سمجھا جاتا ہے، انہیں جامع مسجد ''اوراچ شرفلی'' کا امام مقرر کیا گیا، انہوں نے ڈھائی سال اسی مسجد میں گذارے۔

پھر جب عسکری خدمات انجام دینے کا وقت آیا تو آپ نے ''ماماک'' اور ''اسکندرون'' کے مضافات میں خدمات سرانجام دیں، آپ نے اپنے کام کا آغاز ''ازمیری'' کی جامع مسجد ''کستانہ بازاری'' سے ملحق مدرسہ تحفیظ القرآن سے کیا اور اپنے آپ کو پروردگار، دین ووطن اور انسانیت کی خدمت کے لئے وقف کردیا، چنانچہ آپ نے مغربی اناطولیہ کے سارے گردونواح کا دورہ کیا اور پھر ۱۹۷۰ء کے آغاز میں تربیتی کیمپ لگانا شروع کئے اور لوگوں کی ایسی ٹھوس تربیت کی کہ ان کے ذہن ودل بدل گئے۔

۱۲/مارچ ۱۹۷۱ء کو اس وقت کی حکومت نے فوجی دباؤ کے نتیجہ میں آپ کو اس الزام میں گرفتار کیا کہ یہ ایک خفیہ تنظیم کے ذریعہ لوگوں میں دینی خدمات کا غلط استعمال کر کے ملکی نظام کی سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی بنیادوں کو تبدیل کرنے کی کوشش کررہے ہیں، چھ ماہ تک آپ جیل میں رہے اور اس دوران مقدمہ بھی چلتا رہا تاہم عام معافی کے قانون کے تحت انہیں رہا کردیا گیا۔

حکومتی عہدیداروں نے پہلے آپ کو ''ادرمیت'' بھیجا پھر ''مانسا'' اور اس کے بعد ''ازمیر'' میں ''بورانو'' کی طرف منتقل کردیا جہاں دسمبر ۱۹۸۰ تک اپنے کام میں مشغول رہے۔

اس تمام عرصے میں آپ مختلف شہروں میں گھومتے، پھرتے رہے اور اپنے علمی، دینی، معاشرتی فلسفیانہ فکرانگیز بیانات سے لوگوں کو مستفید کرنے کے علاوہ مختلف علمی حلقوں اور سیمناروں کے انعقاد کا سلسلہ بھی آپ نے جاری رکھا جس میں نوجوان طبقے خصوصا یونیورسٹی سے فارغ التحصیل حضرات کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے پریشان کن سوالات کا تسلی بخش جواب دیا جاتا، اس کے نتیجے میں استاذ فتح اللہ گولن کے گرد تاجروں، مزدوروں،

ملازمین، صنعت کاروں، اساتذہ اور طلبہ، الغرض ہر طبقہ اور حلقے سے تعلق رکھنے والا ایک گروہ جمع ہوگیا جن کے ذریعہ ان کی تربیت وارشاد کی بدولت اکیڈمیوں، اسکولوں اور کوچنگ سینٹرز اور دیگر تعلیمی مراکز کا عالمی سطح پر انتہائی بلند معیار کے ساتھ قیام عمل میں آیا اور اس کے ذریعہ سے ایسی خاموش خدمت اور میدانی کام کیا گیا، جس کی نظیر پوری دنیا میں بہت کم ملتی ہے، جب دوسرے لوگ مثبت خدمات کے بجائے غیراہم فروعی مسائل مثلا ترکی دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟ کی بحثوں میں الجھے ہوئے تھے، اس وقت شیخ فتح اللہ گولن نے یہ کہہ کر کہ ترکی ''دارالخدمت'' ہے اس بحث کو ہی ختم کردیا۔

اوران کی تیار کردہ جماعت نے آہستہ آہستہ تعلیمی میدان میں اپنا دائرہ وسیع کرنا شروع کردیا اور وہ اس وقت لوگوں کی امیدوں کے مرکز بنے ہوئے ہیں، ہمارا یہ سفر انہی کے قائم کردہ اداروں کے معائنہ اور دورہ کیلئے ہوا تھا جس کی تفصیلات آپ ملاحظہ کریں گے:

عصر کی نماز ادا کر کے ہم لوگ قیام گاہ سے اسی تحریک کے تحت چل رہی یونیورسٹی (fatih Universiti) کے دورہ کیلئے روانہ ہوگئے ۱۹۹۶ء میں جس کا قیام عمل میں لایا گیا، جو استنبول اور انقرہ دونوں جگہ پر واقع ہے، اس یونیورسٹی میں ۷ فیکلٹیز ۴ انسٹیوٹ، ۱۳ اکیڈمیاں اور ۴ ووکیشنل اسکولس ہیں، یونیورسٹی میں ذریعہ تعلیم ٹرکش انگریزی اور دیگر عالمی زبانیں ہیں۔ یہ ایک بین الاقوامی یونیورسٹی ہے جس میں ۱۴٬۵۶۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں، جس میں ۹۷ مختلف ملکوں کے غیر ملکی طلبہ بھی ہیں۔ اس یونیورسٹی کا ایک اہم اور قابل ذکر شعبہ bio-nano-technology ressereh&development center ہے جس کے تحت ۱۹/ لیباریٹریز ہیں ہمیں اس شعبہ کا تفصیلی معائنہ کروایا گیا، انتہائی قیمتی مشینیں اور ٹکنالوجی انہوں نے امریکہ اور جاپان سے درآمد کی ہے، انتہائی مہارت اور کمال کے ساتھ طلبہ کو اس میں ٹریننگ دی جاتی ہے، یہ واقعی قابل تعریف

کارنامہ ہے،اس کے علاوہ یونیورسٹی میں مختلف قسم کی ۱۰۷ لیبارٹیز ہیں اوراسی یونیورسٹی کے
فیکلٹی آف میڈیسین (شعبہ طب وصحت) کے استنبول اورانقرہ میں ہاسپٹل ہیں۔

ہم عصر کے بعد یونیورسٹی پہنچے تو ویلکم آفیسر جنہوں نے ہمارا استقبال کیا، بہت
زیادہ تھکے ہوئے اور مضمحل نظر آرہے تھے،انہوں نے کہا کہ صرف آج کے دن صبح سے اب
تک مختلف ملکوں کے ۳۰ وفود نے یونیورسٹی کا دورہ کیا،اس سے اندازہ ہوا کہ یہ لوگ دنیا کے
مختلف ملکوں کے قابل ترین اور نمائندہ افراد کو ترکی بلا رہے ہیں اور یہ اس وقت پوری دنیا
کے لئے ایک ماڈل بننے کی کوشش کررہے ہیں۔

اس کے بعد اس یونیورسٹی کے ایک اہم شعبہ جس کو ترکی میں عام طور پر شعبہ
الہیات (faculty of thelogy) کہا جاتا ہے کا معائنہ کیا، یہ شعبہ ابھی بالکل نیا نیا
قائم ہوا ہے اور اس کے لئے کوئی خاص کیمپس بھی نہیں ہے،لیکن بتایا گیا کہ کیمپس اگلے
سال تعمیر ہوجائے گا،شعبہ کے ڈین سے ملاقات ہوئی جن کا اصل موضوع علم کلام ہے اور
اس میں ان کی تصنیفات بھی ہیں، ہماری اس موقع پر اردن کے ڈاکٹر محمد خازر المجالی سے
ملاقات ہوئی جن کا تعلق یونیورسٹی آف جارڈن کے کلیۃ الشریعہ سے ہے، وہ فلسطین اور شام
کے موضوع پر منعقد ہوئی ایک کانفرس میں شرکت کے لئے ترکی آئے تھے۔

چائے وغیرہ سے فارغ ہوکر ہم نے یونیورسٹی کے مطبخ اور دارالطعام کو دیکھا،
صفائی، ستھرائی، نظم وانتظام، عمدگی اور معیار کے اعتبار سے ایک قابل تعریف چیز نظر آئی۔

ہم وہاں سے ترکی کے اناطولین سائیڈ ایشائی حصہ کی طرف روانہ ہوگئے، استنبول
کے یورپ اور ایشیاء کے درمیان باسفورس کو عبور کرنے کیلئے استنبول کے مختلف حصوں سے
کشتیاں چلتی ہیں، لیکن سب سے زیادہ قابل ذکر چیز باسفورس پر تعمیر کیا ہوا، وہ مشہور عالم
پُل ہے جس نے یورپ وایشیاء کو سڑک کے راستے سے جوڑ دیا ہے، یہ ایک معلق پُل ہے
جس کے صرف کناروں پر دو آہنی دیوقامت ستون ہیں، دو ستون ایشیاء میں، دو ستون

یورپ میں، بیچ میں کوئی ستون نہیں، پُل کے اوپر سے لوہے کے بڑے بڑے وائروں اور
پائپوں کے ذریعہ سپورٹ دیا گیا اور پُل سمندر سے ۶۴ میٹر بلند رکھا گیا ہے تا کہ باسفورس
سے ہمہ وقت گذرتے ہوئے جہازوں کے لئے یہ رکاوٹ نہ بنے، یہ انتہائی خوبصورت پر
شکوہ اور مصروف ترین پُل ہے۔

جس پر سے روزانہ لاکھوں گاڑیاں باسفورس کو عبور کرتی ہیں اس طرح کے تین عظیم
الشان پُل اس وقت باسفورس پر بنے ہوئے ہیں اور چوتھا زیر تعمیر ہے اس کے علاوہ موجودہ ترکی
حکومت باسفورس کو عبور کرنے کیلئے نئے زیر تعمیر پل پر کام کررہی ہے جو انتہائی بڑا اور کشادہ ہے
جس کا کام اپنے آخری مراحل میں ہے،بہت جلد وہ بھی کام شروع کردے گا۔

وہاں وفد کے اعزاز میں استاذ فتح اللہ گولن کی تحریک کے ایک متولی اور سینئر رکن
علی آچل صاحب کے گھر میں عشائیہ کا اہتمام گیا تھا، علی آچل صاحب کا شمار ترکی کے
انتہائی بڑے ٹکسٹائلز بزنس مینوں میں ہوتا ہے، علی آچل صاحب نے بتایا کہ وہ استاذ فتح اللہ
گولن کی تقریروں سے بہت زیادہ متاثر ہوئے اور وہ بہت پہلے سے ان کے ساتھ ہیں،
استاذ فتح اللہ گولن سے ان کی پہلی ملاقات ۱۹۸۵ء میں ہوئی تھی، ان کی فکر، نظریہ تعلیم کے
سلسلہ میں استاذ فتح اللہ گولن کا رجحان، انہیں بہت زیادہ پسند آیا، عشائیہ خالص ترکی انداز کا
تھا، اس دوران تونس کے داعی ملیح الرعشی سے بھی ملاقات ہوئی اس موقعہ پر دیگر معززین
اور تحریک کے دیگر ذمہ داران بھی مدعو تھے۔

اگلے دن صبح استاذ گولن کی تحریک کے تحت چل رہے ترکی کے سب سے بڑے
اخبار zaman کے دفتر کا دورہ کیا، دفتر کی بلڈنگ انتہائی بلند پرشکوہ اور خوبصورت بنی
ہوئی ہے، کم وقت میں آدمی کے لئے مکمل عمارت دیکھنا بھی ناممکن ہے، اسی لئے انٹرنس
گیٹ میں داخل ہونے کے بعد دفتر کے ویلکم آفیسر نے ریسپشن پر بنے ہوئے عمارت کے
ایک ماڈل کے ذریعہ عمارت کے مختلف حصوں کا تعارف کروایا۔

اخبار زمان جو ترکی کا ہر اعتبار سے نہایت عمدہ اور اعلیٰ اخبار ہے، دو زبانوں ٹرکش اور انگریزی میں شائع ہوتا ہے جس کا ڈیلی سرکولیشن گیارہ لاکھ سے زائد ہے، نیوز رپورٹنگ، ایڈیٹنگ ہر چیز کا شعبہ انتہائی ماڈرن مشنریز سے لیس ہے، اسی کے تحت ایک بہت بڑی نیوز ایجنسی قائم ہے جس کا نام (cihan) ''جہان'' نیوز ایجنسی ہے، جو دنیا کی مختلف نیوز ایجنسیز کو نیوز فراہم کرتی ہے، اور نہ یہ صرف ترکی بلکہ پوری دنیا کی مستند اور قابل بھروسہ ایجنسیوں میں شمار ہونے لگی ہے، اسی نیوز ایجنسی کے عربک نیوز سروس کے ذمہ دار (yavuzscar) سے ملاقات ہوئی، انہوں نے ایجنسی کے متعلق تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ: وزیر اعظم ترکی رجب طیب اردوگان کے خلاف دس سے زائد مرتبہ فوج نے بغاوت کی کوشش کی، لیکن اس کو ہر مرتبہ ''جہان'' نے ہی بے نقاب کیا، ہمیں پہلے فوج کی میٹنگوں اور اجلاسوں میں شرکت کی اجازت نہیں تھی، لیکن رجب طیب اردگان کی طرف سے ابھی دو مہینہ پہلے اجازت ملی ہے۔

ایجنسی کے دفتر میں حضرت مولانا سید سلمان حسنی ندوی دامت برکاتہم کا انٹرویو لیا گیا، آپ نے استاذ فتح اللہ کے بارے میں فرمایا کہ بلاشبہ آپ ترکی کی تاریخ ساز اور عبقری شخصیت ہیں، آپ نے ہندوستان کے مسلمانوں کے احوال پر روشنی ڈالی اور فرمایا: ہندوستان کے حالات مجموعی اور عمومی طور پر پرامن ہیں، لیکن بعض علاقوں جیسے آسام وغیرہ میں ملک دشمن اور اسلام دشمن عناصر امن کو خراب کر کے فساد برپا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

نیز آپ نے اس موقعہ پر ندوۃ العلماء کی تاریخ اور تحریک کا تفصیلی تعارف کروایا اور ندوۃ العلماء کی وہ خصوصیات ذکر کیں جو اسے دنیا بھر کے اداروں سے ممتاز کرتی ہیں۔

اس کے بعد ہمیں پریس کا معائنہ کرایا گیا، آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، انتہائی دیوہیکل مشنریاں ہیں جو خود کار آٹو میٹیک نظام کے تحت کام کر رہی تھیں، اس پریس میں جہاں سے اخبار لاکھوں کی تعداد میں چھپتا ہے، صرف تین چار آدمی کام کرتے نظر

آئے، ایک بہت بڑی مشین نصب تھی جس میں پیپر کے بڑے بڑے بنڈل لگے ہوئے تھے مشین چل رہی تھی، اخبار چھپ رہا تھا، آگے کٹ ہو رہا تھا، آگے فولڈ ہو کر نیچے بالکل تیار حالت میں پیک (Pack) بھی ہو رہا تھا۔

اس کے بعد ہمیں انڈر گراؤنڈ لے جایا گیا یہ اس دفتر کا سب سے قابل تعریف حصہ تھا کہ انہوں اخبار اور نیوز ایجنسی کے دفتر میں انتہائی خوبصورت، عالیشان مسجد بنائی ہے، ہمیں دکھایا گیا کہ اس میں پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے۔

ہم وہاں سے روانہ ہو کر مسجد سلطان احمد پہنچے، ہمارے میزبانوں کا ارادہ ہمیں مسجد اور آیا صوفیا میوزیم کی سیر کرانے کا تھا، لیکن چوں کہ سب ہی اس سے پہلے کے سفروں میں دیکھ چکے تھے۔ اور اس موقع پر شیخ معشوق مولانا سے ملاقات کے لئے آ گئے تھے، انہوں نے کہا کہ سلطان محمد فاتح یونیورسٹی یہاں سے قریب ہے، ہمیں وہاں چل کر ڈاکٹر رجب سے ملاقات کرنی چاہئے۔

ہم وہاں سے روانہ ہو کر سلطان محمد فاتح یونیورسٹی پہنچے، یہاں پر ایک ادارہ معہد اتحاد الحضارات (allince of civelizstions institute) کے نام سے قائم ہے۔ یہاں پر ڈاکٹر (Dr recep sengurice) سے ملاقات ہوئی جو اس انسٹیٹیوٹ کے ڈائرکٹر اور گریجویٹ اسٹڈیز کے ڈین ہیں، انہوں نے امریکہ میں بھی تعلیم حاصل کی، انگریزی اور عربی دونوں زبانوں پر اچھا عبور حاصل ہے، تواضع اور قناعت کا پیکر، انہوں نے مولانا کا زبردست استقبال کیا اور تفصیلات بتاتے ہوئے کہا: یہ معہد دراصل ایک قدیم عمارت میں قائم ہے، جس میں حسبِ منشا تزئین واضافہ کیا گیا ہے، اس کا قدیم نام ''مولوی خانہ'' ہے، یہاں مولانا روم کے دور میں انہی کے فیض یافتہ مولوی حضرات چلہ کشی وغیرہ کیا کرتے تھے، اور اس طرح کے ''مولوی خانے'' (مولانا رومی کے حلقہ کی خانقاہیں) ترکی اور اس کے مختلف شہروں میں پائے جاتے ہیں۔

اس موقعہ پر شیخ حمدی ارسلان صاحب بھی تشریف لائے جو جامعۃ السلطان محمد الفاتح کے کلیۃ العلوم الاسلامیہ کے هیئة التدریس کے رکن اور مجلس الامناء للاتحاد العالمی لعلماء المسلمین کے رکن ہیں، بڑی محبت اور خلوص سے ملاقات کی، ہم لوگوں نے ڈاکٹر رجب کے ساتھ ایک قریبی ریسٹورینٹ میں دوپہر کا کھانا کھایا اور قیام گاہ واپس آکر آرام کیا۔

عصر کی نماز کے بعد ایک اہم عالم دین شیخ اسامہ الرفاعی سے ملاقات کے لئے پہنچے جو مجلس علماء الشام کے بانی ہیں، فی الحال استنبول میں مقیم ہیں، مولانا نے شیخ سے شام کے حالات کے سلسلہ میں دریافت کیا، شیخ نے وہاں کے احوال کے سلسلے میں انتہائی تسلی بخش اور امید افزاء باتیں بتائیں۔

یہاں پر ڈاکٹر غزوان المصری سے بھی ملاقات ہوئی جو شامی پناہ گزینوں کی مدد اور ان کے تعاون کے سلسلے میں پیش پیش ہیں۔

یہاں سے فارغ ہوکر ہم قریب ہی واقع شیخ امین سراج کے گھر پر حاضر ہوئے، شیخ ترکی کے قدیم علماء میں سے ہیں، شیخ نے جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی، اسی دوران مولانا علی میاں سے تعارف اور ملاقات ہوئی اور یہ ندوہ بھی حاضر ہوئے، شیخ وزیر اعظم طیب اردگان کے اساتذہ میں سے ہیں، انہوں نے حضرت مولانا سید سلمان صاحب کو تکریما سامنے کی نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تو مولانا نے ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے پس وپیش کیا، تو شیخ نے فرمایا: یہاں تشریف رکھئے، وزیر اعظم آتے ہیں تو میں انہیں یہیں بٹھاتا ہوں، شیخ نے ندوۃ العلماء وغیرہ کے حالات دریافت کئے خصوصی طور پر مولانا رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے متعلق دریافت فرمایا اور ترکی کے سلسلے میں فرمایا کہ: اب حالات بہت بہتر ہوگئے ہیں، قرآن اور اسلام کی تعلیم پر جو پابندیاں تھیں سب ختم ہوگئیں ہیں اور ہمیں اس سلسلہ میں آزادی حاصل ہوگئی ہے، واللہ ہمیں اس وقت جو خوشی اور

مسرت ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

استاذ فتح اللہ گولن کے قدیم رفیق اور خصوصی معاون جناب علی رضا صاحب جو اس تحریک کے بڑے بنیادی متولیوں میں شمار ہوتے ہیں، ان کی طرف سے وفد کے اعزاز میں (fatih koliji) میں عشائیہ کا نظم کیا گیا تھا، فاتح کالج پہنچے تو عمارت دیکھ کر آنکھیں خیرہ رہ گئیں، انتہائی عالیشان بلند وبالا جگمگاتی ہوئی عمارت، عالمی معیار اور جدید ترین ٹکنالوجیز سے پوری طرح آراستہ، جناب علی رضا صاحب نے انتہائی والہانہ استقبال کیا، عشائیہ کے بعد مٹینگ ہال میں ایک تعارفی نشست منعقد ہوئی، سب نے فردا فردا اپنا تعارف پیش کیا، اس کے بعد ہمیں بڑی سی اسکرین پر کالج کی تعارفی ویڈیو دکھائی گئی۔

علی رضا صاحب کی ملاقات استاذ فتح اللہ گولن سے ۱۹۷۵ء میں ہوئی، جناب علی رضا صاحب نے اپنی داستان اور اداروں کی روداد سناتے ہوئے بڑے پر درد اور ولولہ انگیز انداز میں بتایا کہ ترکی میں سیکولر حکومتوں اور لادین حکمرانوں نے مسلمانوں اور اسلام پر بڑا ظلم ڈھایا، اسلامی تشخص کو اکھاڑ پھینکنے کی ہر زاویہ سے کوشش کی گئی، اس کے لئے ہر حربہ آزمایا، اپنی پوری طاقت صرف کردی، ہر وہ چیز جس کا اسلام، قرآن، حدیث، تاریخ اسلامی سے کسی بھی قسم کا تعلق نظر آیا اسے ختم کرنے کے لئے اپنی پوری قوت جھونک دی، بالآخر انہوں نے یہاں کے مسلمانوں اور یہاں کی قوم کو مجموعی طور پر پوری دنیا خصوصا عالم اسلام سے کاٹ کر لادینیت کے حصار میں بند کردیا، ظلم بالائے ظلم رسم الخط تک تبدیل کردیا گیا، رسم الخط کی تبدیلی نے ہمارے اور ہماری تاریخ کے درمیان بہت بڑا خلاء پیدا کردیا، یہاں تک کہ ہمارے گرد بنائے گئے حصار کی بناء پر ہم اپنے بھائیوں اور بہنوں سے تعارف تک کی صلاحیت نہ رکھ سکیں، پورے ترکی کے مسلمان پژمردگی، اضحلال، فکری انتشار، تہذیبی کشمکش کی زندگی گذرا رہے تھے، مستقبل سے مایوس، کسی بھی قسم کی کامیابی سے ناامید، زبردست قسم کی کم حوصلگی اور پست ہمتی کا شکار تھے۔

حتی کہ ۱۹۵۰ء تک ترکی میں اسلام کی کسی بھی قسم کی تعلیم حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا، انہی نازک حالات میں امید کا ایک دیا نظر آیا، ان انتہائی غیر موافق ناسازگار حالات میں استاذ فتح اللہ گولن نے مسلمانوں کو اپنے شاندار ماضی سے سبق لینے، علمی میدانوں میں سبقت حاصل کرنے کے لئے ایک پلیٹ فارم پر لانا شروع کیا، انہوں نے اس بات کا گہرا مطالعہ کیا کہ ہم نے ماضی میں کیسے شکست کھائی، دوسری چیز کہ ہمارا مقصد کیا ہے اور ہم اسکے تحت کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

قوم کو آپ اپنے مقصد سے واقف کرانے کی کوشش کریں وہ آپ پر اعتماد کرے گی، لوگ آپ پر اعتماد کریں گے، یہی استاذ گولن نے کیا ہمیں ان کی تحریک میں امید کی کرن اور مسلمانوں کے مسائل کا حل نظر آیا اور ہم پھر ہر اعتبار سے ان کے ساتھ ہو گئے، پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں کی ایسی تربیت کی کہ آگے چل کر اتنی بڑی کامیاب عالمی تحریک کی شکل میں اس کے نتائج سامنے آئے ہیں، رات دیر گئے تک یہ ملاقات جاری رہی، اس کے بعد ہم لوگوں نے اپنی قیام گاہ واپس آکر آرام کیا۔

اگلے دن ہمارا پروگرام

(the journalists and writers foundation)

''رائٹرس اینڈ جرنلسٹ فاؤنڈیشن'' کے دورہ کا تھا: یہ اسی تحریک کے تحت چلنے والے اداروں میں سے ایک ہے، اس کی اصل یہ ہے کہ ۱۹۷۰ میں نظریاتی اور فکری جنگوں نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا، خصوصا ترکی فکری، سیاسی، نظریاتی اختلافات اور لڑائیوں کا اکھاڑہ بن چکا تھا، اس کشمکش میں ہزاروں قیمتی جانیں بھی ضائع ہوئیں تو استاذ فتح اللہ گولن نے ایک اتحادی پلیٹ فارم کی بنیاد رکھی اور مختلف مذاہب، مکاتب فکر اور اداروں سے تعلق رکھنے والے افراد کو اتحاد و اتفاق کے پلیٹ فارم پر جمع کرنے کوشش کی، سب کو آپس میں مل جل کر بیٹھنے، آپس میں ایک دوسرے کو سمجھنے، ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرنے کے

لئے مختلف میٹنگس کے انعقاد کا سلسلہ شروع کیا، پھر پوری دنیا سے ذی اثر لوگ اس میں شریک ہوتے رہے، بالآخر ۱۹۹۶ء میں یہ عمل ایک مستقل ادارہ، رائٹرس اینڈ جرنلس فاؤنڈیشن کی صورت میں قائم ہو گیا، یہ ادارہ عالمی سطح پر ڈائیلاگ اور آپسی اتحاد و اتفاق کے سلسلہ میں فعال کردار ادا کر رہا ہے، اور ہر سال تمام ہی مذاہب عالم کے نمائندوں، تمام مکاتب فکر کے ذمہ داران، قائدین و زعماءِ ادیان کو دعوت دیتا ہے، اس کے اعزازی صدر نشین استاذ فتح اللہ گولن ہی ہیں یہاں پر اس کے ڈائریکٹر (**umit goker**) نے ہمارا استقبال کیا اور ویڈیوز وغیرہ کے ذریعہ تفصیلی طور پر ادارہ کا تعارف کرایا، چلتے چلتے وہ ہمیں ایک بڑے ہال میں لے گئے یہاں وہ تمام اشیاء جو دنیا کے مختلف لوگوں، مختلف ملکوں اور مذاہب کے نمائندوں نے ادارہ کو بطور یادگار پیش کی تھیں انہیں بڑے ہی سلیقہ سے سجا کر رکھا گیا تھا۔

یہاں سے ہماری اگلی منزل اسی تنظیم کے تحت چلنے والے ٹی وی چینلز کے آفس اور ریڈیو اسٹیشن تھے، آفس کی عمارت انتہائی پاش علاقہ میں نہایت عالیشان بلند و بالا بنی ہوئی ہے، یہاں پر (**erkam kindam**) سے ملاقات ہوئی جو یہاں (**public relation & event coordinator**) ہیں، انہوں نے پہلے ویڈیو کے ذریعہ تمام چینلز کا تعارف کروایا، اس تحریک کے تحت ۱۳؍ ٹی وی چینلز اور ۵ ریڈیو اسٹیشن ہیں جو ۵؍ زبانوں میں چلتے ہیں۔

چینلز ترکی، یورپ، امریکہ، روس وغیرہ کا احاطہ کرتے ہیں، دینی پروگرامس کے لئے ایک علاحدہ چینل ہے، حضرت مولانا سلمان صاحب مدظلہ نے ذمہ داران سے فرمایا کہ: آپ اتنی زبانوں میں اتنے ملکوں میں چینل چلا رہے ہیں تو اس کا دائرہ ہندوستان تک وسیع کیوں نہیں کرتے، ہندوستان اور پاکستان کے لئے اردو ٹی وی چینل شروع کیوں نہیں کرتے، انہوں نے کہا کہ: ہاں ہمارا ارادہ ہے، ہم آگے مستقبل میں ضرور شروع کریں گے۔

یہاں سے اسی تحریک کے تحت چلنے والے المعہد الاسلامی گئے، یہ استنبول کے
ایک بلند، انتہائی کشادہ، پرفضاء اور خوبصورت مقام پر واقع ہے، اکیڈمی جدید طرز پر بنائی
گئی ہے یہاں مسجد، کانفرنس ہال، لائبریری مختلف آفسس اور رہائشی کمرے بنے ہوئے
ہیں عربی مجلّہ حراء اور ترکی مجلّہ ''ینی امید'' (امید نو) کا دفتر بھی اسی میں ہے ذمہ داروں نے
بتایا کہ یہاں سے ماہانہ ۷۰ سے زائد جدید علمی وفکری موضوعات پر تحقیقی کتابیں شائع کی
جاتی ہیں، یہاں کام کرنے والے زیادہ تر ترک ہیں، دفتر میں ہماری ملاقات نورالدین
صواش سے ہوئی جو شام کے پڑھے ہوئے ہیں کافی روانی اور عمدگی سے عربی بولتے ہیں
مولانا نے تحریک اور استاذ فتح اللہ گولن کے متعلق مختلف سوالات کیئے اور بڑی دیر تک یہ
نشست چلتی رہی، ترکی کے ایک قدیم ندوی فاضل مولانا اسماعیل ندوی صاحب بھی مولانا
مدظلہ کی آمد کی اطلاع پاکر یہاں آگئے جو استنبول سے روانہ ہونے تک ہمارے ساتھ رہے
ہم نے معہد ہی میں ظہرانہ کیا اور تھوڑی دیر آرام کیا۔

حضرت مولانا مدظلہ کے محبین ومخلصین خصوصاً ڈاکٹر رجب جن کا تذکرہ ہم نے
اوپر کیا اور شیخ معشوق نے آج بعد نماز مغرب isam کے ادارہ میں وہاں کے سیمنار ہال
میں حضرت مولانا کا خصوصی خطاب رکھا ہوا تھا، ہم لوگ بعد نماز مغرب وہاں پہنچے، سب
سے پہلے ہم نے وہاں بنی لائبریری دیکھی جس میں ہر فن اور ہر زبان کی لاکھوں کتابیں
موجود تھیں، عربی علوم کی کتابوں کا بھی وافر ذخیرہ موجود تھا، لائبریری چار منزلہ تھی، ہر منزل
پر سینکڑوں طلبہ ومحققین بحث وتحقیق میں مشغول تھے۔

ٹھیک ۷ بجے پروگرام کا آغاز ہوا، پروگرام isar کے تحت ہو رہا تھا، سیمنار ہال
سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، جس میں طلباء وطالبات کے علاوہ دیگر معززین شہر بھی مدعو
وموجود تھے، ڈاکٹر رجب نے کہا کہ: اس سیمنار ہال میں اس پروگرام میں وہی لوگ ہیں جو
عربی سے متعلق ہیں اور عربی سمجھ سکتے ہیں، انتہائی بہتر انداز میں بول سکتے ہیں، حضرت

مولانا کا عنوان ''ہندوستان میں اسلامی علوم اور ان کی تدریس کا طریقۂ کار'' تھا۔

حضرت نے انتہائی فصیح وبلیغ، شستہ عربی زبان میں خطاب فرمایا، سب سے پہلے
ہندوستان اور ترکی کے تعلقات کا ذکر کیا، پھر ہندوستان میں استعماری طاقتوں کی یلغار کے
بعد پیدا ہونے والی صورت حال کا نقشہ کھینچا اور تفصیل سے بتایا کہ وہاں پر دو قسم کے نظام
ہائے تعلیم تھے، دارالعلوم دیوبند جو خالص دینی اور مذہبی علوم کا ادارہ تھا، دوسرے علی گڑھ
مسلم یونیورسٹی جو خالص دنیاوی اور سائنسی علوم کا مرکز، دونوں اداروں اور ان کے نظاموں
کے درمیان جب خلیج بڑھ گئی تو اور دوسری طرف مسلمانوں میں تفرقے، فروعی اختلافات و
معمولی مسائل پر جھگڑے، فرقہ واریت، مسلکی اور گروہی تعصب ہولناک حد تک بڑھ گیا
تو ایسے نازک دور میں ہندوستان کے ارباب بصیرت، دوربیں علماء نے دارالعلوم ندوۃ
العلماء کا قیام عمل میں لایا جو فکری اعتدال، میانہ روی، عربی زبان وادب، تفسیر وتاریخ کے
لئے پوری دنیا میں ایک مثالی نمونہ تھا اور ہے۔

مولانا مدظلہ نے انتہائی تفصیلی، سیر حاصل طور پر ندوۃ العلماء کے نظام تعلیم، منہج
تعلیم، طریقۂ تدریس، نصاب تعلیم وغیرہ کے سلسلہ میں، اس طرح اور اس انداز سے بتایا
کہ سامعین میں سے بہت سارے لوگ ندوۃ العلماء میں تعلیم کا شوق ظاہر کرنے لگے،
بہت سے طلبہ نے اسی مجلس میں کھڑے ہوکر ندوہ میں داخلہ کے پروسیس اور شروط القبول
وغیرہ کے سلسلے میں دریافت کیا، سامعین بڑے ہی باذوق نظر آرہے تھے، خطاب کے بعد
بہت سے طلبہ نے انتہائی گہرے اور عمدہ سوالات کئے، آخر میں شیخ معشوق نے مولانا کے
خطاب کا خلاصہ کرتے ہوئے کہا کہ حاصل کلام یہ ہے کہ ندوۃ العلماء، **الجمع بین
الاصالۃ والمعاصرۃ** کے سلسلے میں پوری دنیا کے لئے ایک مثال ہے، ہمیں اس کی تقلید
کرنی چاہئے، اسی پر یہ مجلس ختم ہوئی۔

آج شام isar کے تحت اسی ادارہ میں حضرت مولانا مدظلہ کے اعزاز میں

عشائیہ کا اہتمام کیا گیا تھا، جس میں بہت سارے معززین موجود تھے، اس موقعہ پر دار العلوم ندوۃ العلماء، جامعۃ الامام سید احمد شہید اور isar کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے، ڈاکٹر رجب نے مولانا کو ایک بڑے سائز کا عثمانی رسم الخط کا قرآن کریم تحفہ میں پیش کیا، سب سے اہم چیز مولانا نے کھانے کے بعد حدیث مسلسل بالأ ولیہ کا درس دیا اور اپنی اسناد سے روایت کی اجازت عطا فرمائی۔

اگلے دن:

صبح شیخ حمدی ارسلان اور ڈاکٹر رجب نے معہد تحالف الحضارات میں طلبہ اور طالبات کے خطاب کا پروگرام رکھا، دائرہ نما قدیم طرز کا مدور ہال تھا، جس کے داہنے طرف صوفیاء کرام کی قبریں بنی ہوئی تھیں، اطراف کی گیلریاں طلبہ اور طالبات سے کھچا کھچ بھر چکی تھیں، بہت سے وہ حضرات جو رات مولانا مدظلہ کے خطاب میں شریک تھے اطلاع پا کر یہاں بھی آ گئے تھے، حضرت مولانا مدظلہ نے سب سے پہلے ہندوستان اور ترکی کے تعلقات تاریخ کی روشنی میں بتائے، پھر طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: اس عالمگیریت اور گلوبلائزیشن کے دور میں جب کہ پوری دنیا ٹکنالوجی کی مدد سے سمٹ کر ایک قریہ نہیں ایک گھر بن چکی ہے، آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ دنیا میں نکلیں، دنیا کی مختلف ملکوں کی متنوع تہذیبوں سے واقف ہوں، ہندوستان جہاں سے خلافت عثمانیہ کے بچاؤ وحمایت کے لئے دنیا کی سب سے بڑی تحریک چلی، ہندوستان اور ترکی کے تعلقات انتہائی قدیم، ہمہ جہت، مضبوط اور تاریخی ہیں، آپ حضرات بھی ہندوستان کا دورہ کریں، وہاں کے مدرسوں کے نظام کو دیکھیں، خصوصا ندوۃ العلماء کا دورہ کریں اور اس سے واقف ہوں، یہ میری طرف سے آپ سب کے لئے دعوت ہے، آخر میں مولانا نے پر درد انداز میں فرمایا: کہ نرا علم ہی کافی نہیں، صرف معلومات کا حصول کافی نہیں؛ بلکہ آپ کا تعلق اللہ سے اپنے نبی سے، قرآن کریم سے مستحکم ہو، آپ جہاں بھی جائیں، اپنے دین

وایمان پر ثابت قدم رہیں، خدا سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں، اپنے اندر روحانیت پیدا کریں، مولانا کے خطاب کے بعد حاضرین میں موجود ادارہ کے ذمہ داران میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ: حضرت مولانا کے خطاب نے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی یاد تازہ کردی، اس موقعہ پر مولانا نے حدیث مسلسل بالاولیہ کا درس دیا اور اجازت مرحمت فرمائی۔

یہاں سے ترکی کے مشہور شیوخ میں شمار ہونے والی شخصیت شیخ عثمان طوب پاش سے ملاقات کے لئے ان کے ادارہ پر حاضر ہوئے، شیخ سے ملاقات ہوئی، شیخ نے مولانا سے مل کر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا، حضرت مولانا نے شیخ کو ندوۃ العلماء کے دورہ کی دعوت دی، یہیں پر ہم نے شیخ حمدی کے ہمراہ جو کہ مولانا کے محبین اور مخلصین میں سے ہیں، ظہرانہ کیا اور یہاں سے سیدھے کمال اتاترک کے ڈومسٹک ایرپورٹ روانہ ہوئے، یہاں سے ہمیں ترکی کے ایک دوسرے شہر ’’غازی عین تاپ‘‘ (gazintep) جانا تھا، یہ شہر شامی سرحد پر واقع ہے اور ترکی کے انڈسٹریل شہروں میں انتہائی اہم شہر ہے، یہاں سفر کا مقصد یہ تھا کہ ہم اس قدیم تاریخی شہر اور اس کے آثار کو دیکھیں اور اس تحریک کے تحت یہاں چل رہے تعلیمی اور سماجی اداروں کا براہ راست مشاہدہ کریں استنبول سے ’’غازی عین تاپ‘‘ کا سفر ٹرکش ایرلائنز کی فلائٹ (TK 2224) کے ذریعہ ہوا، دونوں شہروں کے درمیان فاصلہ ساڑھے آٹھ سو کیلو میٹر ہے، سوا گھنٹے کی پرواز کے بعد ہم غازی عین تاپ کے ایرپورٹ پر اتر گئے، یہاں سے ہم کار کے ذریعہ شہر روانہ ہوئے، یہاں سے شہر کافی فاصلہ پر تھا۔

شہر میں ہمارا قیام یہاں نوتعمیر شدہ کالجز کے ہاسٹل کے مہمان خانہ میں تھا۔

غازی عین تاپ ایک تاریخی شہر ہے، اس کی تاریخ چار ہزار سال قدیم ہے، نویں صدی ہجری کے مشہور محدث علامہ بدرالدین العینی کی پیدائش ۷۶۲ھ میں اسی شہر

عین تاپ میں ہوئی، بعد میں وہ قاہرہ میں مقیم ہوگئے، اور وہیں ان کا انتقال ہوا، غازی عین تاپ کی نسبت ہی سے ان کو عینی کہا جاتا ہے، اس کے علاوہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کا مزار بھی اسی شہر کے اطراف میں ہے، نیز کاتب وحی حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا مزار بھی اسی شہر کے اطراف میں ہے، مشہور صوفی حضرت بایزید بسطامیؒ کا علاقہ بھی یہاں سے قریب ہے، ہم لوگوں نے عشائیہ سے فارغ ہوکر آرام کیا۔

اگلے دن...... جمعہ تھا اور مختصر وقت میں کئی اداروں کا معائنہ کرنا تھا، ہم سب سے پہلے شہر کے آؤٹ لیٹ میں واقع ادارہ (cinarder) چنار فاؤنڈیشن گئے، یہ ایک انتہائی عالی شان (well furnished) کوچنگ سینٹر ہے، اس تحریک کے تحت غریب بستیوں میں اس طرح کے ۳۶ انسٹیٹیوشنس چلائے جاتے ہیں، ۱۴۰۰۰ چودہ ہزار سے زائد طلبہ اس سے جڑے ہوئے ہیں، تحریک کے ذمہ داران نے بتایا کہ یہ لوگ پرائمری سیکشن کے طلبہ سے لے کر ہر سطح کے طلبہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

بتدریج ملکی اور عالمی سطح پر اپنے اداروں کی تعداد میں اضافہ کر رہے ہیں، اپنے دائرہ کو وسیع کر رہے ہیں، یہاں سے فارغ ہوکر ہم اسی تحریک کے تحت چل رہے کردش ٹی وی چینل Dunya tv کے دفتر پر گئے، یہاں چینل کے ڈائریکٹر نے ہمارا استقبال کیا، مختلف قسم کے اسٹوڈیوز ہمیں دکھائے گئے جو ورلڈ اسٹینڈرڈ کے مطابق انتہائی اعلی اور جدید ترین معیار کے تھے، انہوں نے بتایا کہ اس چینل کا آغاز ہوئے صرف دو سال ہوئے، اور یہ چینل کردوں میں بہت مقبول ہے، یہاں پروگرامنگ کے ذمہ دار سے ملاقات ہوئی جو عربی جانتے تھے، انہوں نے تفصیلی طور پر عربی زبان میں چینل کا تعارف کرایا، پھر ہمیں ویڈیو کے ذریعہ ساری تفصیلات دکھائی گئیں، اس دوران حضرت مولانا مدظلہ نے ان سے مختلف سوالات کئے، اس دوران مولانا نے ایک انتہائی اہم سوال کیا کہ کیا یہ بات صحیح ہے کہ کرد اسرائیل سے تعاون حاصل کر رہے ہیں اور اس کی طرف دوستی کا

ہاتھ بڑھا رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ: یاسیدی! یہ بات صحیح ہے کہ ہم ہر جگہ دوسرے نمبر کے شہری ہیں، ہر جگہ حکومتیں ہمارے حقوق مکمل طور پر دینے کے لئے تیار نہیں، اس لئے کردوں کا ایک طبقہ مجبوراً یہ اقدام کر رہا ہے۔

اس کے بعد dunya tv کی باضابطہ پوری ایک ٹیم نے مولانا مدظلہ کا انٹرویو ریکارڈ کیا، مولانا نے آمد کا مقصد، تحریک کا تعارف، ندوۃ العلماء کا تعارف مختصراً پیش کیا، اس کے بعد انہوں نے سوال کیا کہ آپ کردوں کے سلسلہ میں کیا کہنا چاہیں گے، مولانا مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ: میں سب سے پہلے حکومتوں سے امید کرتا ہوں کہ وہ کردوں کے حقوق کا خیال رکھیں، ان کے مسائل کو حل کریں، اور کردوں سے مجھے امید ہے کہ وہ اپنی تاریخی عظمت کی بازیافت کریں گے اور کردوں میں پیدا ہونے والے بطلِ جلیل صلاح الدین ایوبی کی یاد تازہ کرینگے، دشمنوں کے آلۂ کار بننے کے بجائے اسلام کے سب سے بڑے معاون بنیں گے، مولانا کے اس انٹرویو کے بعد وہاں موجود کردوں کے چہروں پر مسرت اور خوشی صاف پڑھی جاسکتی تھی۔ ذمہ داروں نے بتایا کہ یہ انٹرویو عربی سے کردش اور ترکش زبان میں ڈمپ کر کے تمام چینلز پر دکھایا جائے گا اور تمام ریڈیوز پر سنایا جائے گا۔

اس کے بعد ہم لوگوں نے قیام گاہ واپس آکر جمعہ کی تیاری کی، نماز قریبی مسجد میں ادا کی، یہاں کے ایک متولی صاحب کی طرف سے انہیں کی ایک ریسٹورینٹ میں ظہرانہ کی ضیافت کی گئی۔

۳ر بجے مفتی اعظم غازی عین تاپ سے ملاقات کا پروگرام تھا، ہم مفتی اعظم سے ملاقات کے لئے ان کے دفتر پہنچے تو معلوم ہوا کہ گورنر کی آمد کی وجہ سے مفتی صاحب کی آمد میں تاخیر ہے، اس دوران مفتی اعظم کے مساعد شیخ حسین حاضر سے ملاقات ہوئی جو انتہائی صاف اور طلاقت سے عربی بول رہے تھے، مولانا مدظلہ کے دریافت کرنے پر انہوں نے دار الافتاء کا نظام اور اس کے حدود کار وغیرہ بتائے، نیز انہوں نے ہندوستان کے حالات

وغیرہ کے سلسلے میں دریافت کیا، جب انہیں بتایا کہ رمضان میں ہندوستان کی تقریباً تمام ہی مساجد میں نماز تراویح میں ایک مرتبہ قرآن شریف ختم کیا جاتا ہے اور بعض مساجد میں تو دو دو تین تین چار چار پانچ پانچ بار ختم ہوتا ہے تو انہیں بڑی حیرت ہوئی انہوں نے کہا کہ: ترکی میں صرف چند گنی چنی مساجد ہیں جہاں تراویح میں قرآن مجید کا ختم کیا جاتا ہے...... اتنے میں مفتی اعظم تشریف لائے، بڑے تپاک سے ملاقات کی مگر افسوس کہ یہ عربی زبان نہیں جانتے تھے یہ محض سرکاری قسم کے مفتی تھے، حکومت کی طرف سے ان کا تقرر کیا گیا تھا، ان کے اجلاس میں مصطفیٰ کمال کا ایک بڑا بورڈ لگا ہوا تھا۔ اس موقعہ پر مجھے مولانا علی میاں ندویؒ کا وہ جملہ یاد آ گیا جو حضرت نے اپنے ترکی کے ایک سفر کے دوران مصطفیٰ کمال کے مجسمہ کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا تھا ما ولدت الأم التركية أشأم منه. . . .

یہاں کے بعد اگلا پروگرام اسی تحریک کے تحت چل رہی ایک بڑی یونیورسٹی کا دورہ تھا، اس کے طریقہ کار کے سلسلہ میں مسٹر شعبان نے مجھ سے بتایا کہ ہماری تحریک کے لوگ کسی بھی علاقہ میں یونیورسٹی کھولتے ہیں تو اس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ شہر سے دور غیر آباد علاقہ میں دوسو یا تین سو ایکڑ زمین خریدتے ہیں اور بڑے بڑے سائن بورڈ آویزاں کر دیتے ہیں کہ یہاں یونیورسٹی آرہی ہے، خود بخود اس علاقہ کی قیمت بڑھ جاتی ہے، زمین کی قیمتیں آسمان کو چھونے لگتی ہیں، ہم لوگ اسی زمین میں سے آدھی زمین انتہائی مہنگے داموں فروخت کر کے اسی رقم سے یونیورسٹی کی تعمیر کرتے ہیں، یہاں پر بھی اب بڑے بڑے بلڈرس نے فلک بوس عمارتوں کی تعمیر شروع کردی ہے۔

یونیورسٹی کا نام ''ذروہ'' ہے (zirve university) جو ۲۸ فروری ۲۰۰۹ء میں قائم کی گئی ہے جس میں جدید ترین علوم کے تمام شعبے اور فیکلٹیز موجود ہیں، اس یونیورسٹی میں انتہائی اعلیٰ معیار کے ورلڈ اسٹینڈرڈ لیبارٹیز اور ریسرچ سینٹر موجود ہیں جو ماڈرن ٹکنالوجی سے لیس ہیں، اس یونیورسٹی کا کیمپس ۸۷۱/۱ ایکڑ اراضی پر واقع ہے، یورپ

امریکہ وغیرہ کی ڈیڑھ سو سے زائد یونیورسیٹیز کے ساتھ اس یونیورسٹی کا اکیڈمک کوآپریشن ہے، اس کے ساتھ یہ یونیورسٹی toefl سینٹر ہے، جس میں شعبہ نانوٹکنالوجی سینٹر ہے جس میں عالمی اور علاقائی سائنٹفک اور ہارڈویر کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے جدید ترین تحقیقات کی جاتی ہیں، اس کے علاوہ اس یونیورسٹی کا ایک بہت بڑا فاصلاتی تعلیم کا مرکز استنبول میں قائم ہے، جو پورے ملک میں تعلیم کو عام کرنے کی مہم انجام دے رہا ہے۔

الغرض ماڈرن اسٹینڈرڈ جدید ترین ترقی یافتہ، تعلیم اور وسائل تعلیم، سہولتوں اور ماڈرن ٹکنالوجی کا جو تصور ہو سکتا ہے یہ یونیورسٹیاں اس حیثیت سے ان سب سے بڑھ کر ہیں۔

اس سے بڑھ کر حیرت کی بات ہے کہ اس عالمی معیار کی اتنی بڑی ۳۶ سے زائد یونیورسیٹیاں اس تحریک کے تحت ملک اور ملک سے باہر چل رہی ہیں، اس تحریک کا ہدف اور ٹارگٹ ۱۰۰ سے زائد یونیورسٹیوں کی تعمیر کا ہے، جو واقعی کسی تعلیمی تحریک کے لئے قابل تعریف ہی نہیں حیرت انگیز ہے۔

شاید کسی عرب ملک میں بھی اتنا زبردست عالمی معیار کا اتنا بڑا تعلیمی اسٹرکچر نہ ہو جو صرف ایک تحریک کے تحت چل رہا ہے، واقعی یہ کارنامہ انجام دینے سے دنیا کی بہت سے حکومتیں عاجز ہیں یا ان سے کوسوں پیچھے ہیں، یہاں سے ہم لوگ قیام گاہ واپس آئے، جمعہ کی شام اس تحریک کے تحت مختلف شعبوں، تعلیم، تجارت، بزنس، صحافت وغیرہ سے متعلق افراد کا اجتماع ہوتا ہے، مختلف جگہوں پر مختلف حلقے بنائے جاتے ہیں، ہر حلقہ میں افراد کی سطح کے اعتبار سے قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے اور مختلف اوراد و اذکار کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس موقعہ پر استاذ فتح اللہ گولن کے کیسٹ ویڈیوز وغیرہ بھی دیکھے اور سنے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا سلمان مدظلہ نے ۳/مختلف حلقوں میں دس دس منٹ عربی مترجم کی مدد سے وعظ فرمایا اور انہیں اس سے مستقل جڑے رہنے کی تلقین کی، اسی طرح کی ایک مجلس

میں ہمیں پروجیکٹر کے ذریعہ استاذ فتح اللہ گولن کا ایک ویڈیو دکھایا گیا، یہ ان کی پرانی تقریر کا ویڈیو تھا، جو ترکی کی زبان میں تھی، تقریر کا اسلوب انتہائی مسحور کن تھا، غضب کی تاثیر کہ دوران تقریر خود استاذ بھی رو رہے تھے اور حاضرین وسامعین پر بھی گریہ طاری تھا، مجمع سے زور زور سے رونے کی آوازیں بلند ہورہی تھیں اور بعض لوگوں پر حال بھی طاری ہورہا تھا۔

اگلے دن صبح فجر کے بعد اسی صحبت کی تکمیل اور اس کی دعائیہ نشست تھی جو حضرت مولانا کے حضور وسرپرستی میں منعقد ہورہی تھی، ہمیں بتایا گیا کہ یہ لوگ استاذ فتح اللہ گولن کی ''القلوب الضارعۃ'' بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں، جس میں تمام ہی صوفیاء کرام کے اوراد وظائف وادعیہ کو جمع کر دیا گیا ہے، اس دوران مولانا نے حاضرین سے قرآن سننے کی فرمائش کی، ایک صاحب نے اچھے انداز میں انتہائی شاندار تلاوت کی، بتایا گیا کہ یہ صاحب انجینئر ہیں انہی ''صحبتوں'' میں مستقل حاضری کے دوران قرآن پاک سیکھا ہے، ہم لوگ ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوگئے، آج ہماری منزل ''اورفا'' تھی جو یہاں سے ١٢ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، بذریعہ کار ہم ''اورفا'' پہنچے، ''اورفا'' قدیم وضع کا جدید شہر ہے، شہر ہمارے ہندوستان کے شہروں کی طرح دوحصوں میں منقسم ہے، قدیم وجدید ماڈرن اور ترقی یافتہ شہر ''اورفا'' پہنچ کر ہم لوگ بغیر کہیں رکے یہاں سے ٩٠ کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ''مقام ایوب علیہ السلام'' (eyyoub nabi mukami) کے لئے روانہ ہوگئے، یہ ایک چھوٹا سا قریہ ہے جو شاہراہ سے کافی اندر واقع ہے، عراق اور شام دونوں کی سرحدیں یہاں سے قریب ہیں، ہم یہاں پہنچے تو گاؤں کے رئیس البلدیہ، مفتی شہر ودیگر معززین کثیر تعداد میں استقبال کے لئے موجود تھے، ہم لوگوں نے یہاں بنی مسجد میں نماز ادا کی، یہاں اس مسجد کے امام شیخ زکریا سے ملاقات ہوئی جو شام کے پڑھے ہوئے ہیں اور اچھی عربی بول رہے تھے۔

ہمارے یہاں کے سفر کا مقصد عظیم نبی، پیغمبر صبر پیکر حضرت ایوب علیہ السلام کی

طرف منسوب قبر مبارک کی زیارت تھی جس کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس گاؤں کو مقام ایوب کہا جاتا ہے، مسجد سے بالکل متصل قبرستان کے ختم پر ایک مقبرہ بنا ہوا تھا، جس میں ایوب علیہ السلام کی قبر موجود ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں یہاں کے مفتی صاحب جن کا اسم گرامی عبدالرقیب ہے جو اس علاقے کے مفتی ہیں، انہوں نے بتایا کہ سلطان مراد کو اس علاقہ میں آمد کے موقعہ پر یہ خواب نظر آیا کہ یہاں پر حضرت ایوب علیہ السلام کی قبر ہے اور انہیں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ جب لشکر یہاں پہنچے گا تو ان کے گھوڑوں کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس جائیں گے، یہ نشانی پوری ہوئی، اسی وقت یہاں مسجد بنائی گئی، مفتی صاحب نے ہم سے بتایا کہ قبر سے مسلسل مشک کی خوشبو آتی رہتی ہے، وہ کبھی ختم نہیں ہوتی ہے، ہمیں جب زیریں جگہ پر قبر کے احاطہ کا دروازہ کھول کر قبر دکھائی گئی تو اس طرح کی کسی قسم کی کوئی چیز ہمیں محسوس نہیں ہوئی۔

یہاں سے فارغ ہوکر ہم اس گاؤں میں تعمیر ہورہے مدرسہ رحیمیہ دیکھنے گئے (جو حضرت ایوب علیہ السلام کی اہلیہ کے نام اور انہی کی یادگار میں تعمیر کیا جارہا ہے ان کا مزار بھی یہیں قریب میں واقع ہے) اس کے بعد رئیس البلدیہ کے گھر میں ظہرانہ کا نظم تھا، بالکل سیدھا سادہ گھر تھا، ضیافت مکمل طور پر کردوں کی روایات کے مطابق تھی، انہوں نے اپنے مقدور بھر جیسا بہتر سے بہتر وہ کرسکتے تھے انتظام کیا، کھانے میں ''برغل'' تھا جو گیہوں کو کوٹ کر گوشت کے ساتھ پلاؤ کے طرز پر پکایا جاتا ہے، ہاتھی کے کانوں کے بقدر رومالی روٹی اور چھانچ وغیرہ دسترخوان پر تھی، وہاں سے نکلنے کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت الیسع علیہ السلام کی قبر بھی یہیں قریب میں ہے، مگر ہم اس کو دیکھنے نہ جاسکے۔

کھانے سے فارغ ہوکر ہم لوگ رئیس البلدیہ کے دفتر گئے، بڑی دیر تک ان حضرات سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، تقریباً سب لوگ مہمانوں کی آمد پر فرط مسرت سے سرشار تھے اور سب ہی بے لوث طور پر خدمت میں لگے ہوئے تھے، جب ہم

وہاں سے روانہ ہونے لگے تو ان کے چہروں پر حسرت سی چھا گئی، انہوں نے بڑے ہی غمگین چہروں کے ساتھ ہمیں وداع کیا۔اس وقت احساس ہوا کہ یہ اسلامی اخوت ومحبت، یگانگت وتعلق ہی ہے کہ ہمارے وطن وملک سے ہزاروں میل دور اتنی الفت ووابستگی کا ایسے والہانہ طریقہ سے اظہار کرنا کہ ذرا سی دیر کی ملاقات میں ایک دوسرے کو چھوڑنا مشکل ہوجائے، کم ازکم میرے لئے یہ ممکن نہیں ہوسکا ہے کہ ان گاؤں والوں کے سادہ چہرے جس سے محبت عیاں تھی، ان کا انداز اور ان کا تعلق ذرا سی دیر کے لئے بھلاؤں، یہ سب چیزیں میری نگاہوں کے سامنے ہیں، ان کی تصویری فلم ہر وقت میرے ذہن کے اسکرین پر چل رہی ہے، اللہ انہیں سلامت رکھے۔

یہاں سے ''اورفا'' واپس آئے، ''اورفا'' میں اسی تحریک کے ایک متولی (bulent) مسٹر بلند کے آفس پر ''اورفا'' کے شیوخ سے ملاقات کا پروگرام تھا۔

یہاں پر شیخ مظفر التلو سے ملاقات ہوئی، انہوں نے ۳۶ سال پہلے مدینہ منورہ میں رابطہ عالم اسلامی کے اجتماع میں مولانا علی میاں ندویؒ سے ملاقات کی تھی اور ہاتھ چوما تھا، دوسرے شیخ عز الدین النقشبندی الخزنوی سے ملاقات ہوئی، یہ مدرس ہیں، ان کے ''اورفا'' میں پانچ مدرسے ہیں جس میں اصول صرف ونحو، فقہ وحدیث وغیرہ پڑھائی جاتی ہے، شیخ عز الدین الخزنوی نے کہا کہ یہاں مدارس میں منظم اور باقاعدہ طور پر اہتمام کے ساتھ تدریس نہیں ہوتی، خصوصا یہاں کتب ستہ کی تدریس کا انتظام نہیں ہے، انہوں نے مولانا کی تعریب کردہ ''الفوز الکبیر'' کو اپنے یہاں نصاب میں شامل کرنے سے اتفاق کیا۔

تیسرے ملا صبری تھے، یہ ''اورفا'' میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مولد کے پاس بنی مسجد میں چالیس سال تک امام تھے، مولانا نے دریافت کیا کہ اب کیا مشغلہ ہے تو انہوں نے کہا کہ: خالی ہوں، بیٹھا ہوا ہوں، مولانا نے ازراہ مزاح فرمایا کہ مدرس تو آخر تک نہیں بیٹھتا، آپ کیسے بیٹھ گئے، انہوں نے کہا کہ: ''**ما جلست هم أجلسوني**'' ان

لوگوں نے زبردستی مجھے بٹھادیا۔

یہاں پر محمد نقشبند النقشبندی سے ملاقات ہوئی ان کے والد شیخ ابراہیم النقشبندی شام کے شہر ''الحسکۃ'' کے مفتی تھے، اب وہ فی الحال استنبول میں شیخ محمود آفندی کے مدرسہ میں علوم شرعیہ کے استاذ ہیں۔

یہاں پر تکلف عشائیہ کا انتظام تھا یہاں عشائیہ وغیرہ سے فارغ ہوکر ہم قیام گاہ واپس آگئے۔

اگلے دن صبح ہم لوگ فجر کی نماز کے بعد ''اورفا'' میں موجود مقام ابراہیم دیکھنے کے لئے گئے، یہ شہر کے قدیم علاقہ میں ایک بہت بڑے پہاڑ کے نیچے ایک کمرہ نما غار ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، نیز اس سے پہلے والے حصہ کی جانب ایک جھیل بہہ رہی ہے، یہاں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہاڑ کی چوٹی سے نیچے آگ کے الاؤ میں پھینک دیا تھا، پہاڑ اتنا بلند ہے کہ کیمرہ کے لئے اوپر کی واضح تصویر لینا نیچے تک ناممکن ہو رہا تھا، پہاڑ کی چوٹی پر قلعہ کی فصیلوں کے آثار نظر آرہے تھے، مگر اس کے سلسلہ میں ہمیں تفصیل نہ مل سکی، جھیل کے کنارے ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے، یہاں کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اوپر سے پھینکا گیا تو وہ یہاں گرے تھے۔

مقام ابراہیم کے آس پاس جو بھی تعمیرات ہیں وہ سب رومن دور کی اور رومن طرز کی ہیں، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب مولد کے پاس بنی ہوئی مسجد کی تعمیر ۱۲۶۹ء میں عثمانیوں کے دور میں ہوئی، اس پورے علاقہ میں اس کے پاس کئی مسجدیں موجود ہیں جو مختلف عثمانی خلفاء نے اپنے دور میں تعمیر کروائیں، اس کے علاوہ چاروں طرف سے کمانیں بنی ہوئی ہیں، جو بالکل اسی انداز کی ہیں جیسی حرم میں ترکوں کے تعمیر ہے۔

مولانا مدظلہ کا تاثر یہ تھا کہ حضرت ابراہیم سے منسوب مقام وہ دراصل عراق کا مقام ''اور'' ہے اور یہودیوں کے لئے بڑا مقدس ومتبرک ہے، اسی لئے جب عراق فتح ہوا تو ان ظالموں نے خوشی میں سجدے کئے، مولانا نے یہاں دریافت کیا کہ: کیا یہاں یہودی اور عیسائی وغیرہ بھی یہاں آتے ہیں تو پتہ چلا کہ اتنی کم تعداد میں آتے ہیں جو نہ کے برابر ہیں، شیخ حمدی ارسلان صاحب نے بتایا کہ یہاں سے ۶۰ کیلومیٹر کی دوری پر کھدائیوں کے دوران قدیم شہر ''اور'' کے آثار دریافت ہوئے ہیں اور وہ بت خانہ ومعبد بھی دریافت ہوا ہے جس کے حجری اصنام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ٹھکانے لگایا تھا، عہد خلافت عثمانیہ میں جب یہ چیزیں دریافت ہوئیں تو اس زمانہ کے شیوخ وعلماء نے اس کو تسلیم کیا کہ یہ واقعی وہی تاریخی جگہ ہے۔

لیکن میں نے طالبعلمانہ طور پر ابتک حدیث، تفسیر، تاریخ، قصص، بلدان، جغرافیہ، رحلات وغیرہ کے عربی انگریزی جتنے ماٰخذ مجھے دستیاب ہوسکتے تھے دیکھ ڈالے لیکن میں ابھی تک کسی نتیجہ پر نہیں پہونچ سکا ہوں البتہ یہ بات سامنے آئی ہے کہ مسلم عیسائی اور یہودی تمام ہی مصنفین کے نزدیک یہ ایک اختلافی موضوع ہے۔ واللہ اعلم۔

ہم لوگ یہاں سے قیام گاہ واپس آئے، ضروری تیاری کی اور ''اورفا'' ایرپورٹ کے لئے روانہ ہوگئے، ایرپورٹ یہاں سے چالیس منٹ کی دوری پر تھا، یہاں سے ٹرکش ایرلائن کے ایک نسبتاً چھوٹے طیارے سے استنبول کے لئے روانہ ہوگئے۔

استنبول پہنچ کر جلد ہی باہر نکل گئے، ایرپورٹ سے سیدھے **جامع الامیر مہرماہ سلطان بنت السلطان سلیمان القانونی** روانہ ہوئے، یہ ایک عالیشان مسجد ہے جو دنیا کے عظیم ترین بادشاہ سلطان سلیمان قانونی کی بیٹی مہرماہ سلطان کے نام پر اور یادگار کے طور پر تعمیر کی گئی ہے، یہاں ۱۴ طلبہ کرام کے تکمیل حفظ قرآن کی مناسبت پر تہنیتی پروگرام رکھا گیا تھا، شیخ حمدی ارسلان نے مولانا کو خاص طور پر مدعو کیا تھا، لیکن

چونکہ پہنچتے پہنچتے دیر ہوگئی تھی، اسی لئے دعا کے وقت مولانا سلمان صاحب مدظلہ نے انتہائی جامع اور مختصر دعاء فرمائی، اس موقعہ پر شیخ القراء، رئیس القراء، شیخ الپ ارسلان سے ملاقات ہوئی، جن کی عمر ۹۰ سال سے متجاوز ہے، لیکن آواز بالکل جوان، انہوں نے ۶۰ سال تک جامع ابوایوب انصاری میں امامت فرمائی، ان کے سلسلہ میں لوگوں نے بتایا کہ یہ آخری عثمانی خلیفہ کی خلافت نشینی کے جشن میں نکالے جانے والے جلوس میں شریک تھے، اس کے علاوہ کئی نامی گرامی معززین سے ملاقات ہوئی، اس موقعہ پر شیخ امین سراج بھی موجود تھے، بڑی دیر تک وہ حضرت مولانا مدظلہ سے گفتگو کرتے رہے، ہم لوگوں نے جلدی میں حضرت ابوایوب انصاری کے مزار پر حاضری دی، اور ان کی ضیافت نبوی اور قربانیوں کو یاد کیا، اور وہاں سے ایرپورٹ کیلئے روانہ ہوگئے، راستہ میں بحیرۂ مرمرہ کے کنارے واقع ریسٹورینٹ میں مختصر سا ظہرانہ کیا اور ایرپورٹ پہنچے، شیخ حمدی ارسلان ساتھ ساتھ تھے اور آخر تک ساتھ رہے، ہمارے دو ارکان مولانا سید یوسف الحسینی ومولانا شاہ فخر عالم اپنے پہلے سے طئے شدہ پرگرام کی بناء پر یہاں سے دبئی روانہ ہوگئے، راقم حضرت مولانا کے ہمراہ ٹرکش ایرلائن سے ہندوستان واپس ہوا۔

عمومی تاثرات :

ترکی کے مسلمانوں کو سابق میں جتنا دبادیا گیا تھا، محصور کیا گیا تھا، پابندیوں میں جکڑا گیا تھا، اب وہ اتنے ہی آزاد نظر آرہے ہیں، پھیلنا، وسعت، عالمگیریت، جامعیت اور چھاجانے کا مزاج ترکوں اور عثمانیوں کی فطرت وسرشت میں داخل ہے، اپنے اسی فطری مزاج کی بناء پر ترکی کی ہر ہر تنظیم اپنے دائرہ کو عالمی طور پر وسیع کررہی ہے، ہرادارہ بین الاقوامی طور پر اپنا جال پھیلا رہا ہے، جو حالات ہم نے دیکھے بظاہر بڑے امید افزاء اور خوش کن ہیں، ترک عالم اسلام کی امید اور آرزوؤں کا مرکز بننا چاہتے ہیں، اپنی کھوئی ہوئی عظمت، عالمیت، مقام ومرتبہ دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس کے لئے ہرطرح کی

کوشش کررہے ہیں، اپنی کارکردگی میں عالمی اسٹینڈرڈ اور معیار کے مطابق نہ صرف بہتری بلکہ سب سے آگے بڑھنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

☆ اس میں سب سے امید افزاء، اطمینان بخش بات یہ ہے کہ وہ اپنے ماضی سے واقف ہیں، اس پر فخر کرتے ہیں، اپنے قابل فخر آباء واجداد کی تاریخ سے باعلم ہیں، اور دنیا کو ایک بار پھر ان اچھے گذرے ہوئے دنوں کی یادتازہ کرانے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

☆ یہ مزاج اب بہت زیادہ عام ہور ہاہے، ہم تہذیب وتمدن، مذہب اور دین کے اعتبار سے دنیا کی سب اقوام میں سب سے بڑھ کر اور سب سے بہتر ہیں، ادنی سے ادنی شخص یہ کہتا نظر آتا ہے ''میں دین اسلام کے پورے معیارات پر نہیں اترتا، سنت کی مکمل پابندی نہیں کرتا، لیکن مجھ میں اور ایک کافر میں واضح فرق ہے اور انشاءاللہ میں کم ازکم اس سطح سے تو نیچے گرنے والا نہیں''۔

☆ صوفیاء کرام کی شب وروز کی محنتوں، ان کی کوششوں، ان کی بے لوث خادمانہ کاوشوں، قربانیوں کے اثرات اور ان کے سلسلوں کیلئے احترام وعقیدت، ان بزرگانِ دین کی محبت اور ان کے کارناموں، ان کے طریقوں اور افعال واعمال واشغال سے والہانہ وعقیدت مندانہ تعلق ووارفتگی عوام وخواص میں صاف طور پر دیکھی اور محسوس کی جاسکتی ہے۔

☆ سیکولرزم اور لادینیت کے طویل تھکا دینے والے بدترین دور حکمرانی کے بعد اب کا دور ترک عوام کے لئے پہلے کی نسبت آزادی اور کھلے پن کا دور ہے، اس دور سے فائدہ اٹھانے اور پچھلے دور کی تلافی کرنے اور پہلے ہوئی غفلتوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے زبردست تیاری کرنے میں سب ہی پیش پیش دکھائی دیتے ہیں، کوئی بھی شخص بادیٔ النظر میں ترکوں کے چہروں پر عیاں فرحت ومسرت، انبساط وراحت کے اثرات صاف طور پر محسوس کرسکتا ہے۔

☆ جس تحریک کی دعوت پر سفر ہوا اس کے ذمہ داران، منتظمین، چھوٹے سے لے کر بڑے کارکنوں سے گفتگو کے دوران اندازہ ہوا کہ ان کی پلاننگ عشرہ دوعشرہ نہیں، بلکہ صدیوں اور نسلوں کی تبدیلی اور انقلاب کی ہے، خاموشی کے ساتھ عالمی اور ہمہ جہت طور پر خصوصاً تعلیمی میدانوں میں انہوں نے اتنی زبردست مہم چھیڑ رکھی ہے کہ انہی کا دعوی ہے کہ نہ صرف ترکی بلکہ یورپ وامریکہ کے قلب ودماغ پر ایسے افراد حاوی ہوں گے اور اس بگڑے ہوئے نظام کی رگوں میں ایسے افراد سرایت کریں گے جو خالص اسلامی تربیت اور خالص اسلامی عقیدہ کے منجھے ہوئے ہوں گے، جو ایمان میں راسخ ہوں گے، جو ہر اعتبار سے کامل ہوں گے، انہی کی مدد سے ہم دنیا کے نظاموں کی سرشت بدل سکتے ہیں، پلک جھپکتے میں انقلاب لا سکتے ہیں اور ہمیں خدا کی ذات سے امید ہے کہ صرف چند سالوں کی محنت اور انتظار کے بعد اچھے اثرات ونتائج ظاہر ہونا شروع ہوجائیں گے اور خود ان حضرات کے بیان کے مطابق ہمارے اتنے بڑے وسیع عالمی نیٹ ورک میں ہمیں قابل افراد کے لئے کبھی کسی دوسرے ادارہ کا محتاج ہونا نہیں پڑا بلکہ دنیا کے دوسرے کئی اہم اداروں کو بھی افرادی قوت، رجال کار ہم ہی مہیا کررہے ہیں۔

☆ یہاں کے خاص حالات اور سیکولرازم کے ایک لمبے زمانہ تک مسلط رہنے کے دوران پورے ملک کی اکثریت عوام وخواص کی جونفسیات بن چکی ہے، اس کی رعایت کرتے ہوئے اس تحریک میں دین ومذہب کے ظاہر سے خاص طور پر پرہیز کیا جاتا ہے، داڑھی اور ٹوپی رکھنے سے احتراز کیا جاتا ہے، یہ کوئی ملحدانہ ذہنیت ولادینیت کا اثر نہیں بلکہ اس تحریک کی عالمی حکمت عملی اور خاموش گلوبل پالیسی کا ایک حصہ ہے کہ لوگ ہمارا ظاہر دیکھ کر قدامت پرست، شدت پسند نہ سمجھیں بلکہ ہمیں ان کے درمیان گھس کران کے بیچ رہ کر انہیں اپنے سے متاثر کرنا ہے۔

☆ لیکن جو چیز اس تحریک میں روح اور جان ڈالے ہوئے ہے وہ اس کے بانی وذمہ داران کی روحانیت پسندی، تعلق مع اللہ، رقت، خشیت، اعمال واوراد واذکار ووظائف کا بطور خاص اہتمام، اس تحریک سے وابستہ تاجر پیشہ حضرات، ٹیچرس، پروفیسرس، صحافی، ڈاکٹرس، انجینئرس نہ صرف نمازوں بلکہ تہجد، چاشت واشراق، اوابین وغیرہ کا بطور خاص اہتمام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور ہفتہ میں دوبار نفلی روزوں کا بھی اہتمام کرتے ہیں، یہ خانقاہ کے وابستہ لوگوں کے نہیں، کسی شیخ کے مریدین وخلفاء کے نہیں، کسی مدرسہ کے اساتذہ وطلبہ نہیں؛ بلکہ استاذ فتح اللہ گولن کی تعلیمی وفلاحی تحریک سے وابستہ عام حضرات ہیں، ان سب کی تحقیق جب ہوئی تو حضرت مولانا سلمان صاحب نے بڑے پرجوش لہجہ میں فرمایا کہ اس سب کے بعد اب کیا رہ گیا ہے؟

یہی تو تحریکوں کی کامیابی کے باطنی اسباب ہوتے ہیں، تحریک ہوا میں نہیں بنتی، انقلاب صرف الفاظ اور تقریروں کے ذریعہ نہیں لائے جاتے بلکہ عملی طور پر میدان میں آنا پڑتا ہے۔

☆ اس کے علاوہ کارکنان کی دینی تربیت کے لئے خاص مجالس جسے ترکی زبان میں وہ لوگ ''صحبت'' کہتے ہیں، اس کا ہر طبقہ کے لئے خاص طور پر اہتمام کیا جاتا ہے۔

☆ اسکولوں، ہاسٹلوں، کالجوں میں مقیم طلبہ کی تربیت کی جاتی ہے، ان پر پنج وقتہ نماز کی ادائیگی لازم ہے وباضابطہ ہر ہاسٹل میں ایک نگران مقرر ہے جو ہر ہفتہ طالب علم کی رپورٹ لیتا ہے کہ اس ہفتہ اس نے کونسی دینی کتاب پڑھی، اس کی دینی معلومات میں کیا اور کس قسم کا اضافہ ہوا، اس پر کتنا عمل ہو رہا ہے وغیرہ۔

☆ ترکوں کو اپنی زبان پر مکمل اعتماد ہے وہ انگریزی سے نفرت کی حد تک احتراز کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے جدید دور میں جو ممکن ترقی ہوسکتی تھی سب حاصل کی۔

☆ میں نے اس سے پہلے مختلف ملکوں کا سفر کیا، ترکی بھی اس سے پہلے جاچکا ہوں لیکن اس سفر کی خاص بات استاذ محترم مشفق ومکرم، حضرت مولانا سلمان صاحب مدظلہ کی رفاقت، معیت وصحبت تھی۔ مجھے جن سے خاص علمی وفکری تعلق ہے اور جن کے طرز وانداز سے نہ صرف ایک خاص مناسبت بلکہ قلبی عقیدتمندانہ وابستگی ہے۔ اللہ مولانا کی عمر دراز فرمائے، صحت وعافیت نصیب فرمائے، عالم اسلام تادیر آپ کے علم اور آپ کی فکر سے استفادہ کرتا رہے۔

اس سے پہلے بھی راقم کو مکۃ المکرّمۃ میں مولانا کی رفاقت کا شرف نصیب ہوا تھا، **رابطۃالعالم الأسلامی** کی خصوصی دعوت پر جون **2011** میں **موتمر العالم الأسلامی: المشکلات والحلول**، میں، میں نے شرکت کی تھی، لیکن اس موقعہ پر رفاقت برائے نام تھی، میں تاخیر سے پہونچا تھا اور ایک دوسرے ملک کے سفر کی بناء پر میں سعودی عرب سے مولانا سے پہلے ہی واپس ہوگیا اگرچہ کہ قیام ایک ہی ہوٹل میں تھا لیکن مجھ طالب علم کو اتنا کھل کر استفادہ کا موقعہ نہ ملا۔

یہ سفر تو حضرت کی معیت، سرپرستی وسربراہی میں ہوا تھا اس سفر کی سب سے خاص بات یہ کہ مجھے ترکی کو مولانا کی نگاہِ بصیرت سے دیکھنے کا موقعہ نصیب ہوا اس چھوٹے سے مضمون میں سفر کے ایک ایک لمحہ کا استقصاء واحاطہ ناممکن ہے۔

ہر روز فجر کی نماز کے بعد آدھا گھنٹہ یا بیس منٹ مولانا خاص طور پر ہمارے لئے کچھ ارشاد فرماتے یہ مختصر سی نشست نہ صرف ترکی بلکہ عالم اسلام کی سیاسی، دینی، علمی، فکری، تاریخی، عالم اسلام کے تازہ ترین حالات، اسلام کی دعوت واشاعت کے امکانات اور علماء ومصلحین ودعاۃ کی ذمہ داریوں وغیرہ اور اس جیسے دیگر حساس موضوعات کا احاطہ کرتی۔

میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا، اپنی آنکھیں کھول کر دیکھا اور خدا کا شکر ہے کہ

سفر کے تجربات حاصل کرنے، معلومات جمع کرنے، حقائق کو کریدنے کا فن اور سلیقہ حضرت سے سیکھنے کی کوشش کی۔

حضرت مدظلہ کی ایک خاص خوبی کہ بین السطور کو پڑھ لینا چاہیئے، ہم دوران سفر بہت سی چیزوں، جگہوں اداروں اور شخصیات کو دیکھ کر اندازہ اور رائے قائم کرتے لیکن اسکے بعد حضرت مدظلہ کا تاثر اور رائے سنتے تو ہم اپنے آپ کو سطحی النظر محسوس کرتے ہیں، بلکہ اپنے تیئں بیوقوف نظر آتے، میں نے حضرت مدظلہ کو فن تحلیل الشخصیات والمنظمات کی ایک چلتی پھرتی یونیورسٹی پایا۔

ہم دوران سفر حضرت مدظلہ کے مختلف علمی نکات، شذرات، لطائف وغیرہ سے بھرپور محظوظ اور مستفید ہوئے۔

آخر میں یہ عرض کردوں کہ وہاں کے علمی حلقوں میں حضرت کی آمد پر جوشوق، محبت، وارفتگی اور استفادہ سے دلچسپی دیکھی کہ وہ لوگ حضرت مدظلہ کی آمد کو اپنے لیئے ایک بہت بڑی نعمت اور آپ سے استفادہ کو بہت بڑی سعادت سمجھ رہے ہیں، اس وقت مجھے شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ ہندوستان میں کیسے کیسے لعل و گہر اللہ نے میسر کیئے ہیں لیکن ہم ان کی ناقدری کے مرتکب ہیں یا استفادہ میں کوتاہی و تقصیر کے مجرم ہیں۔